جلد ٦ جون ۱۹۶۵ء شمارہ ٦

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ٦ روپے فی پرچہ ٦٠ پیسے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

آلِ عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جون ۱۹۶۵ء

(احسان ۱۳۴۴ ہش)

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے ۔ فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۶ | ماہنامہ انصاراللہ ربوہ | شمارہ ۶

۱۵ جون ۱۹۶۵ء

حُبِّ وطن اور اس کا ایک اہم تقاضا

ملکی دفاع کے متعلق قرآنِ مجید کی پُرحکمت تعلیم

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فطرتِ صحیحہ کے جملہ تقاضوں کو بطریقِ احسن پورا کرتا ہے۔ کوئی ایک بھی فطری جذبہ ایسا نہیں جس کی تہذیب و تعدیل اور صحیح نشوونما کا اس میں سامان موجود نہ ہو۔ ایسے ہی فطری جذبات میں سے ایک حبِّ وطن کا جذبہ بھی ہے۔ طبعاً ہر صحیح الفطرت انسان کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے اور وہ اپنی اس فطری محبت کے ماتحت وطن کی عزت و ناموس اور اس کی حفاظت کی خاطر ہر ممکن قربانی کو سعادتِ عظمیٰ تصور کرتا ہے۔ اسلام نے اس فطری جذبہ کا اس درجہ احترام کیا ہے۔ وہ اسے ایمان کا ایک جزو قرار دیتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث حُبُّ الوطن من الایمان اس پر شاہد ناطق ہے۔ اب جہاں تک حبِ وطن کا تعلق ہے اس کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ انسان وطن کی حفاظت اور اس کی سالمیت کی خاطر جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس تقاضا کو کما حقہٗ پورا کرنے کے ضمن میں اللہ تعالٰے نے مسلمانوں پر پانچ اہم فرائض عاید کئے ہیں۔ فی الوقت سطور ذیل میں قرآن مجید کی رو سے اِن فرائض پر روشنی ڈالنا ہی ہمارے مدِّنظر ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وطن کی حفاظت اور اس کے دفاع کے لئے بنیادی طور پر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ فوجی طاقت کو اس حد تک بڑھایا جائے اور سرحدوں پر دفاع کا ایسا انتظام کیا جائے کہ کسی دشمن کو جارحانہ حملہ کرکے وطن کی سالمیت کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی جرأت نہ ہو اور نہ صرف یہ کہ جرأت نہ ہو بلکہ الٹا وہ ہراساں خائف ہی رہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝

(انفال آیت ۶۱)

اور (اے مسلمانو!) چاہیئے کہ تم ان لوگوں کے خلاف (جو تم سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں) جس حد تک ممکن ہو اپنی طاقتیں جمع کرو (ملکی نظام کے ذریعہ بھی) اور سرحدوں پر چھاؤنیاں بنانے کے ذریعہ بھی (تاکہ ان چھاؤنیوں کے ذریعہ تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈراتے رہو۔ اور ان کے علاوہ ان دشمنوں کو بھی ڈراتے رہو جو ان سرحدی دشمنوں سے پرے ہیں۔ تم ان دشمنوں کو نہیں جانتے لیکن اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور تم جو کچھ بھی اللہ کے راستہ میں (یعنی وطن کے دفاع کے لئے) خرچ کرو گے وہ تم کو اس کا پورا پورا اجر دے گا اور تم سے بے انصافی کا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جملہ وسائل مجتمع کرکے فوجی طاقت کو بڑھانے اور سرحدوں کی نگرانی کرکے وطن کی سرزمین کو ان دشمنوں سے پوری طرح محفوظ کرنے کا حکم دیا ہے جو سرحد کے اس پار حملہ کی تیاریوں میں مصروف ہوں۔ نیز فرمایا ہے کہ اس کا نتیجہ یہی نہیں ہوگا کہ وہ دشمن جو سرحد پار جارحانہ تیاریوں میں مصروف ہوں خوفزدہ ہو جائیں گے بلکہ وہ دشمن بھی جو ان سے بھی پرے دور بیٹھے تمہارے خلاف بد ارادے باندھ رہے ہیں اور درپردہ تمہارے بدخواہ ہیں تم سے ڈرے اور خوف کھائے بغیر نہ رہیں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں دو قسم کے دشمنوں کا ذکر کیا ہے ایک وہ کھلے دشمن جو سرحدوں پر منڈلا منڈلا کر حملہ کرنے پر تلے ہوئے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ چھپے ہوئے دشمن جو سرحدوں پر تو نہیں منڈلا رہے ہوتے لیکن سرحدی دشمنوں سے پرے دور بیٹھے ہوئے ان کی پیٹھ ٹھونک رہے ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں ان کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ چونکہ ان کی دشمنی خفیہ ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کو جانتے ہیں تم ان کو نہیں جانتے۔ پس وطن کی حفاظت کے لئے بنیادی طور پر فوجی طاقت کو اس حد تک بڑھانا ضروری ہے کہ ظاہری دشمن بھی اور وہ چھپے ہوئے دشمن بھی جو ظاہری دشمنوں کی پیٹھ ٹھونک رہے ہوتے ہیں خوف زدہ ہوکر

اپنے جارحانہ ارادوں سے باز آجائیں اور اگر باز نہ آئیں تو اپنے کیئے کی سزا پاکر مغلوب ہوئے بغیر نہ رہیں ظاہر ہے اس نہج کی فوجی تیاری کے لئے ابنائے وطن کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو قربانیاں پیش کرنے کا حکم دے کر انہیں بشارت دی ہے کہ ان کی یہ قربانیاں ہرگز ضائع نہیں جائیں گی بلکہ انہیں اس کا پورا پورا اجر ملے گا۔

قرآنِ مجید کی روشنی میں اب تک یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ وطن کی محبت کا ایک بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ فوجی طاقت کو بڑھا کر اور سرحدوں کی نگرانی کر کے وطنِ عزیز کی سرزمین کو پوری طرح محفوظ و مامون بنایا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی ملک کی حفاظت کا انحصار محض فوجوں کی تعداد بڑھانے اور بے انداز اسلحہ فراہم کر لینے پر ہی نہیں ہوتا۔ یہ وہ امر ہے جو ازمنہ گزشتہ کی طرح خاص اِس زمانہ میں بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے کیونکہ حال ہی میں بعض بڑی طاقتوں کی بے انداز فوجی امداد بعض دوسرے ممالک کے نااہل ہاتھوں میں جس طرح ناکارہ ثابت ہوئی ہے وہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔ اس بارہ میں کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ دراصل فوجی طاقت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمت و حوصلہ، دلیری و شجاعت اور بہت سے دیگر جنگی اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر ان اوصاف کا بھی ایک خاص نہج پر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ وطنِ عزیز کے دفاع کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے محض مقدور بھر فوجی طاقت کو مجتمع کرنے کی تلقین پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ایک اور جگہ قرآن مجید میں اُن اوصاف کا بھی ذکر کیا ہے جن کے بغیر فوجی طاقت سے فائدہ اٹھانا اور دشمن کے جارحانہ عزائم کو ناکام بنانا ممکن نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	اے ایمان دارو! صبر سے کام لو اور دشمن سے بڑھ کر صبر دکھاؤ اور سرحدوں کی نگرانی رکھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔
(آل عمران ۲۰۱)	

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ ایسے اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کے بغیر فوجی طاقت سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ وہ پانچ اوصاف اصبروا۔ صابروا۔ رابطوا۔ اور اتقوا کے انتہائی پُرحکمت الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اصبروا کہہ کر مسلمانوں کو اپنے آپ کو صبر کے وصف سے متصف

کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اصبروا کا لفظ صبر سے مشتق ہے۔ لغت کی رو سے صبر کے معنے شکوہ زبان پر لائے بغیر کسی مصیبت کو برداشت کرنے ہی کے نہیں ہوتے بلکہ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ حالات کا پوری پامردی، جرأت اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کر کے ان پر فتح پانا۔ چنانچہ کلیات ابی البقاء میں لکھا ہے وَ صبرالرّجل علی الامر نقیض جزع ای جرئ و شجع و تجلّد یعنی صبر شکوہ کرنے اور گھبرانے کے مقابل کا لفظ ہے اور اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ دلیری دکھائی، جرأت و ہمت سے کام لیا اور پوری مضبوطی اور دل جمعی کا مظاہرہ کیا۔ اس لحاظ سے اصبروا کے یہ معنے ہوں گے کہ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ کے تحت فوجیں اور اسلحہ ہی فراہم نہ کرو بلکہ ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھانے کے لئے پوری ہمت، حوصلہ اور جرأت و دلیری سے کام لو، تمہارے عزم و ثبات اور پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آنی چاہیئے

اس تعلق میں دوسرا حکم جو اللہ تعالےٰ نے دیا ہے وہ ہے صابروا۔ یہ لفظ صابرہ سے نکلا ہے، جس کے معنے از روئے لغت یہ ہیں کہ اس نے مدمقابل سے بڑھ کر صبر یعنی ہمت و استقلال اور جرأت و مردانگی کا مظاہرہ کیا سو اصبروا کے بالمقابل صابروا کے معنے یہ ہوئے کہ صرف ہمت و استقلال اور جرأت و دلیری سے ہی کام نہ لو بلکہ اس صفت کو اس معیار پر پہنچاؤ کہ اس میں دشمن تمہارا مقابلہ نہ کر سکے یعنی تم میں دشمن سے کہیں بڑھ کر ہمت و استقلال اور جرأت و دلیری ہونی چاہیئے۔ محض دلیری کا اظہار ہی کافی نہیں بلکہ مدمقابل سے بڑھ کر دلیری کا اظہار ضروری ہے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ فوجی طاقت تو حسب استطاعت جمع کرنے کا حکم دیا گیا کہ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ سے ظاہر ہے کیونکہ کوئی قوم اپنے وسائل اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر فوجی طاقت فراہم نہیں کر سکتی۔ لیکن فراہم کردہ فوجی قوت سے کام لینے کے لئے جرأت و مردانگی کے اظہار میں ایسی کوئی شرط نہیں لگائی۔ برخلاف اس کے شرط لگائی تو یہ کہ اپنے دشمن سے (خواہ وہ فوجی قوت کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) بڑھ کر قوت و مردانگی اور دلیری و شجاعت کا مظاہرہ کرو۔ اور ایسا عین ممکن ہے اس لئے کہ ایک جری اور بہادر انسان ایک ہزار بزدلوں پر بھی غالب آ سکتا ہے۔

ملکی دفاع کے ضمن میں تیسرا حکم جو اللہ تعالےٰ نے دیا ہے وہ ہے رابطوا یہ ربط سے مشتق ہے جس کے عام معنے کسی چیز یا جانور کو ایک جگہ پر باندھنا یا جمانا ہیں۔ لیکن ربط الامر کے معنے ہوتے ہیں کہ اس نے کسی کام یا معاملہ کو انجام دینے میں مسلسل اور پورے انہماک کا ثبوت دیا۔ اسی طرح

رابط الفرسان ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ دو فریقوں نے اپنی اپنی سرحدوں پر اپنے گھوڑے باندھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ ان ہر دو معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے رابطوا کے معنے یہ ہوئے کہ فوجی طاقت مجتمع کرنے اور جرأت و مردانگی سے حالات کا مقابلہ کرنے میں (۱) محض وقتی جوش سے کام نہ لو بلکہ اس میں مداومت اختیار کر کے مسلسل پورے انہماک کا ثبوت دو اور (۲) دشمن کے مقابلہ کے لئے کمال چوکسی اور مستعدی کے ساتھ سرحدوں کی پوری پوری نگرانی کرو اور دشمن کو ہرگز یہ موقع نہ دو کہ وہ تم پر بے خبری میں حملہ کر کے تمہیں نقصان پہنچا سکے

ملکی دفاع کے تعلق میں آخری اور نہایت ہی اہم ہدایت یہ دی کہ اصبروا، صابروا اور رابطوا کے جملہ احکام پورے تعہد اور عزم و ہمت کے ساتھ بجا لاؤ لیکن اپنی اس تیاری پر کبھی بھروسہ نہ کرو، بلکہ بھروسہ کرو صرف خدا تعالیٰ پر۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہمیشہ اس کے حضور سربسجود رہ کر اس کی نصرت طلب کرتے رہو کیونکہ اصل کامیابی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم ضرور فلاح پاؤ گے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ تم ان احکام کو بجا لاتے ہوئے تقویٰ کی راہ پر گامزن رہ کر خدا کی مدد کے طالب ہو اور پھر خدا کی نصرت تمہیں میسر نہ آئے۔ ان سب اوصاف سے متصف ہونے کے بعد تمہارا ملکی دفاع میں کامیاب ہونا یقینی ہے۔

پس مذکورہ بالا آیات پر یک جائی نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ ملکی دفاع کے متعلق قرآن مجید نے جو پُر حکمت تعلیم دی ہے اس کی رو سے ان پانچ باتوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے (۱) پوری قوت مجتمع کر کے کمال جرأت و دلیری اور ہمت و مردانگی سے حالات پر قابو پانے کا عزم (۲) شجاعت اور جرأت و دلیری کے اظہار میں دشمن سے بہر حال سبقت لے جانے کی کوشش (۳) اس کوشش میں مداومت کے ساتھ پورے انہماک کا ثبوت (۴) پوری مستعدی اور چوکسی کے ساتھ سرحدوں کی نگرانی اور (۵) تقویٰ کی راہ پر گامزن رہ کر اللہ تعالیٰ سے طلب نصرت۔

ملکی دفاع سے متعلق قرآن مجید کی یہ وہ پُر حکمت تعلیم ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ایک ایسی آزاد اور خود مختار قوم جو تعداد میں تھوڑی ہو اور جس کے وسائل بھی نسبتاً محدود ہوں اپنے سے زیادہ طاقتور دشمن کا بآسانی مقابلہ کر سکتی ہے اور اسے اس کے جارحانہ عزائم میں ناکام بنا سکتی ہے۔ مسلمانوں کا اپنے وطن کی حفاظت کی خاطر ہر آن اس تعلیم پر عمل پیرا رہنا ازبس ضروری ہے۔ لیکن اس حال میں تو کہ دشمن دروازہ پر دستک دے رہا ہو اور اس نے اپنی فوجی طاقت سرحدوں پر لا جمع کی ہو ان ہدایات

پہ عمل پیرا ہو کر وطن کو ہر لحاظ سے محفوظ و مامون بنانا ان پر بدرجہ اولیٰ فرض ہو جاتا ہے
چنانچہ آج ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ وطن کی حفاظت کو ایک مقدس فریضہ خیال کرتے ہوئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے اور اس بارہ میں اپنی فرض شناس حکومت کا پورا پورا ہاتھ بٹائے۔ جو لوگ فوجی خدمات بجالانے کے قابل ہوں وہ بلا دریغ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کریں۔ رہے وہ لوگ جو فوجی خدمات بجالانے کے قابل نہ ہوں وہ سروں کے دوش بدوش ایک عظیم الشان خدمت وہ بھی بجالا سکتے ہیں اور وہ ہے دعا۔ دعا ایک ایسی زبردست طاقت ہے جو غیر ممکن کو بھی ممکن میں بدل دیتی ہے۔ پس موجودہ ایام میں جب کہ حالات دن بدن نازک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں ہر پاکستانی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر کمال تضرع اور عاجزی کے ساتھ دعائیں کرے کہ وہ پاکستان کو ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا فرمائے اور اسے ہر میدان میں فتحیاب فرمائے تا اسلام کے نام پر حاصل کی ہوئی اس مملکت کا بول بالا ہو اور یہ ہمیشہ ہی دنیا میں سربلند رہے۔

اے خدا تو ایسا ہی کر کیونکہ ہم کمزور ہیں لیکن تجھ کو سب طاقت و قدرت حاصل ہے تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

مومن اور سچے مسلمان کا شیوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو شخص نری دعا ہی کرتا ہے اور تدبیر نہیں کرتا وہ گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ ایسا ہی جو نری تدبیر کرتا ہے اور دعا نہیں کرتا وہ بھی شوخی کرتا اور خدا تعالیٰ سے استغنا ظاہر کر کے اپنی تجویز اور تدبیر اور تدبر بازو سے نیکی حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن مومن اور سچے مسلمان کا یہ شیوہ نہیں وہ تدبیر اور دعا دونوں سے کام لیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

صحابۂ کرامؓ کے کفار پر غالب آنے کی وجہ کیا تھی؟

یہی کہ وہ صبر، مصابرت اور مرابطت کے اوصاف سے متصف تھے

سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تعداد میں کم ہونے اور وسائل کے محدود ہونے کے باوجود کفار پر کیوں غالب تھے۔ واضح فرمایا ہے کہ ان کی زندگیاں قرآن مجید کے حکم یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کی جیتی جاگتی تصویر تھیں۔ ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے وہ اس قرآنی حکم پر پوری طرح عامل تھے۔ اس لئے باطنی جدال کے ذریعہ وہ شیطان کو زیر کرنے میں کامیاب رہے اور ظاہری جدال میں بھی انہیں کفار پر عظیم الشان غلبہ حاصل ہوا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعّم پسند اور خورد و نوش کے دلدادہ تھے جو کفّار پر غالب تھے؟ نہیں یہ بات تو نہیں۔ پہلی کتابوں میں بھی ان کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائم اللیل اور صائم الدہر ہوں گے۔ ان کی راتیں ذکر اور فکر میں گزرتی تھیں۔ ان کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ قرآن کریم کی ذیل کی آیۂ شریفہ ان کے طریقِ زندگی کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھاتی ہے وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ (الانفال آیت ۶۱) اور یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آل عمران ۲۰۱) یعنی سرحد پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن تمہاری اس تیاری اور استعداد سے ڈرتے رہیں اور اے مومنو صبر اور مصابرت اور مرابطت کرو۔

رِبَاط ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو دشمن کی سرحد پر باندھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ صحابہؓ کو اعداء کے مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کا حکم دیتا ہے اور اس رباط کے لفظ سے انہیں پوری اور سچی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان کے سپرد دو کام تھے ایک ظاہری دشمنوں کا مقابلہ اور دوسرا روحانی مقابلہ

اور رباط لغت میں نفس اور انسانی دل کو بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ایک لطیف بات ہے کہ گھوڑے وہی کام کرتے ہیں جو سدھائے ہوئے اور تعلیم یافتہ ہوں۔ آج کل گھوڑوں کی تعلیم و تربیت کا اسی انداز پر لحاظ رکھا جاتا ہے اور اسی طرح ان کو سدھایا اور سکھایا جاتا ہے جس طرح بچوں کو سکولوں میں خاص احتیاط اور اہتمام سے تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اگر ان کو تعلیم نہ دی جائے اور وہ سدھائے نہ جائیں تو وہ بالکل نکمے ہوں اور بجائے مفید ہونے کے خوفناک اور مضر ثابت ہوں۔

یہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ انسانوں کے نفوس یعنی رباط بھی تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں اور ان کے قویٰ اور طاقتیں ایسی ہونی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے نیچے نیچے چلیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو وہ اس حرب اور جدال کا کام نہ دے سکیں گے جو انسان اور اس کے خوفناک دشمن یعنی شیطان کے درمیان اندرونی طور پر ہر لحظہ اور ہر آن جاری ہے۔ جیسا کہ لڑائی اور میدانِ جنگ میں علاوہ قوائے بدنی کے تعلیم یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح اندرونی حرب اور جہاد کے لئے نفوسِ انسانی کی تربیت اور مناسب تعلیم مطلوب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اس پر غالب آجائے گا اور وہ بہت بری طرح ذلیل اور رسوا ہوگا۔ مثلاً اگر ایک شخص توپ و تفنگ، اسلحۂ حرب، بندوق وغیرہ تو رکھتا ہو لیکن اس کے استعمال اور چلانے سے ناواقف محض ہو تو وہ دشمن کے مقابلہ میں کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تیر و تفنگ اور سامانِ حرب بھی ایک شخص رکھتا ہو اور ان کا استعمال کرنا بھی جانتا ہو لیکن اس کے بازو میں طاقت نہ ہو تو بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف طریق اور طرزِ استعمال کا سیکھ لینا بھی کارآمد اور مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ ورزش اور مشق کر کے بازو میں توانائی اور قوت پیدا نہ کی جائے۔ اب اگر ایک شخص جو تلوار چلانا تو جانتا ہے لیکن ورزش اور مشق نہیں رکھتا تو میدانِ حرب میں جا کر جونہی تین چار دفعہ تلوار کو حرکت دے گا اور دو ایک ہاتھ مارے گا اس کے بازو نکمے ہو جائیں گے اور وہ تھک کر بالکل بے کار ہو جائے گا اور خود ہی آخر دشمن کا شکار ہو جائے گا۔

پس سمجھ لو اور خوب سمجھ لو کہ نرا علم و فن اور خشک تعلیم بھی کچھ کام نہیں دے سکتی جب تک کہ عمل اور مجاہدہ اور ریاضت نہ ہو۔ دیکھو سرکار بھی فوجوں کو اسی خیال سے بے کار نہیں رہنے دیتی عین امن و آرام کے دنوں میں بھی مصنوعی جنگ برپا کر کے فوجوں کو بے کار نہیں بیٹھنے دیتی اور معمولی طور پر چاند ماری اور پریڈ وغیرہ تو ہر روز ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا کہ میدانِ کارزار میں کامیاب ہونے کے لئے جہاں ایک طرف طریق استعمال اسلحہ وغیرہ کی تعلیم اور واقفیت

کی ضرورت ہے وہاں دوسری طرف ورزش اور تحمّل استعمال کی بھی بڑی بھاری ضرورت ہے اور نیز حرب و ضرب کے لئے تعلیم یافتہ گھوڑے چاہئیں یعنی ایسے گھوڑے جو توپوں اور بندوقوں کی آواز سے نہ ڈریں اور گرد و غبار سے پراگندہ ہو کر پیچھے نہ ہٹیں بلکہ آگے ہی بڑھیں۔ اسی طرح نفوسِ انسانی کامل ورزش اور پوری ریاضت اور حقیقی تعلیم کے بغیر امداد اللہ کے مقابل میدانِ کارزار میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء بحوالہ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۴ تا ۵۶)

ترقی چاہتے ہو تو ایک موت اختیار کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ ایک موت اختیار کرے نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا جاوے تو لوگ کہتے ہیں کہ برادری کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ ایک حرام خور کہتا ہے کہ بغیر حرام خوری کے گزارہ نہیں ہو سکتا۔ جب ایک حرام، گزارہ کے لئے، انہوں نے حلال کر لیا تو پوچھو کہ خدا کیا رہا؟ اور خدا کے واسطے تم نے کیا کیا؟ ان سب باتوں کو چھوڑنا موت ہے۔ جو بیعت کر کے اس موت کو اختیار نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔"

(البدر ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَحَرْبِیْ بِالدَّلَائِلِ لَا السِّهَامِ

(اور میری جنگ دلائل کے ساتھ ہے نہ کہ تیروں کے ساتھ)

لَقَدْ اُرْسِلْتُ مِنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ ۔۔۔ رَحِیْمٍ عِنْدَ طُوْفَانِ الضَّلَالِ
میں ربّ کریم و رحیم کی طرف سے ۔۔۔ گمراہی کے طوفان کے وقت بھیجا گیا ہوں

وَقَدْ اُعْطِیْتُ بُرْهَانًا کَرُمْحٍ ۔۔۔ وَثَقَّفْنَاهُ تَثْقِیْفَ الْعَوَالِیْ
اور مجھ کو ایسے دلائل دیئے گئے ہیں جو نیزہ کی مانند ہیں ۔۔۔ اور ہم نے انکو ایسا تیز کیا ہے جیسا کہ نیزہ کی انی کو تیز کیا جاتا ہے

فَلَا تَقْفُ الظُّنُوْنَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۔۔۔ وَخَفْ اَخْذَ الْمُحَاسِبِ ذِی الْجَلَالِ
تو نادانی سے ظن کے پیچھے مت لگ ۔۔۔ اور ذوالجلال حساب لینے والے کی پکڑ سے ڈر

تَرٰی اٰیَاتِ صِدْقِیْ ثُمَّ تَنْسٰی ۔۔۔ لَحَاکَ اللّٰهُ مَالَکَ لَا تُبَالِیْ
تو میری سچائی کے دلائل کو دیکھتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے ۔۔۔ اللہ تیرا بُرا کرے تو کیوں پرواہ نہیں کرتا۔

تَعَالَ اِلَی الْهُدٰی ذُلًّا خُضُوْعًا ۔۔۔ اِلٰی مَا تَکْتَسِی الثَّوْبَ الدَّلَالِ
فروتنی اور خاکساری سے ہدایت کی طرف آ جا ۔۔۔ کب تک گستاخی کا جامہ پہنے رہے گا

وَاِنْ نَاضَلْتَنِیْ فَتَرٰی سِهَامِیْ ۔۔۔ وَمِثْلِیْ لَا یَفِرُّ مِنَ النِّضَالِ
اگر تو مجھ سے جنگ کرے تو میرے تیروں کو دیکھے ۔۔۔ اور مجھ سا کبھی مقابلہ سے بھاگا نہیں کرتا۔

سِهَامِیْ لَا تَطِیْشُ بِوَقْتِ حَرْبٍ ۔۔۔ وَسَیْفِیْ لَا یُغَادِرُ فِی الْقِتَالِ
جنگ میں میرے تیر خطا نہیں جاتے۔ ۔۔۔ اور میری تلوار لڑائی میں کسی کو چھوڑتی ہی نہیں

وَحَرْبِیْ بِالدَّلَائِلِ لَا السِّهَامِ ۔۔۔ وَقَوْلِیْ لَهْذَمٌ شَاجُ الْعُذَالِ
اور میری جنگ دلائل کے ساتھ ہے نہ کہ تیروں کے ساتھ ۔۔۔ اور میرا کلام تیغ بُرّان ہے جو کھوپڑیوں کو زخمی کرتی ہے

(آئینہ کمالات اسلام)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از فنائے ما پدید آمد بقا

(ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہو گئی۔)

تا نہ قربانِ خدائے خود شویم!
جب تک ہم اپنے خدا پر قربان نہ ہو جائیں

تا نہ محوِ آشنائے خود شویم!
اور جب تک ہم اپنے دوست کے اندر محو نہ ہو جائیں

تا نہ باشیم از وجودِ خود بروں
جب تک ہم اپنے وجود سے علیحدہ نہ ہو جائیں

تا نہ گردد پُر زِ مہرش اندروں
اور جب تک سینہ اس کی محبت سے بھر نہ جائے

تا نہ بر ما مرگ آید صد ہزار
جب تک ہم پر لاکھوں موتیں وارد نہ ہوں۔

کَے حیاتے تازہ بینیم از نگار
تب تک ہمیں اس معشوق کی طرف سے نئی زندگی کب مل سکتی ہے

تا نہ ریزد ہر پر و بالے کہ ہست
جب تک اپنے اگلے بال و پر نہ جھاڑ ڈالے تب تک

مُرغِ ایں رَہ را پریدن مشکل است
اس راہ کے پرندے کے لئے اڑنا مشکل ہے۔

تا نباشد عشق و سودا و جنوں
جب تک عشق اور سودا اور جنون نہ ہو

جلوہ ننماید نگارِ بے چگوں
تب تک وہ بے مثال معشوق اپنا جلوہ نہیں دکھاتا

چوں نہاں است آں عزیزے محترم
چونکہ وہ عزت والا محبوب پوشیدہ ہے

ہر کسے راہے گزیند لاجرم
تو ہر شخص کوئی نہ کوئی راستہ اس سے ملنے کیلئے اختیار کرتا ہے

ما کہ با دیدارِ او رو تافتیم
ہم لوگ جنہوں نے اس کے دیدار سے اپنا چہرہ روشن کیا ہے۔

از رہِ عشق و فنایش یافتیم
ہم نے تو اسے عشق اور فنا کے راستہ سے پایا ہے

ترکِ خود کردیم بہرِ آں خدا
اس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی

از فنائے ما پدید آمد بقا
تو ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہو گئی۔

(سراج منیر)

غیر ملکی امداد اور اسکی حقیقت!

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ المومنون کی آیت وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ (اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سچی سچی بات کہتی ہے) اور اس سے ملحقہ آیات کی نہایت لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے غیر ترقی یافتہ ملکوں کو مغربی ملکوں کی طرف سے ملنے والی امداد اور اسکی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حضور کی رقم فرمودہ تفسیر کا یہ حصہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"یہ آیات بھی وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ کی تفسیر ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ جب قرآن کریم میں سارے احکام موجود ہیں اور ہم نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو تمہاری ترقی کے لئے ضروری تھی تو وجہ کیا ہے کہ تم قرآن اور اسلام کو چھوڑ کر اُن (دوسری قوموں) کے پیچھے دوڑتے ہو، ان کی غرض محض اپنی قوموں کو فائدہ پہنچانا ہے۔

چنانچہ یورپ کی ہزاروں تھیوریاں ایسی ہیں کہ جب وہ پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو ہمارے سر پر مڑھ دی جاتی ہیں۔ آخر یہ غور کرنے والی بات ہے کہ ایک بندوق ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہے یا ایک فلسفہ کا خیال ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ فلسفہ کا خیال ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ مگر میرا تجربہ یہ ہے کہ یورپ جب کسی فلسفہ کے خیال کو رد کر دیتا ہے اور اسے ناکارہ اور ناقابل عمل قرار دے دیتا ہے تو بیس سال کے بعد ہمارے پروفیسر وہی فلسفہ کالجوں میں پڑھانے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جدید نظریہ ہے جو یورپ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ گویا ان کی مثال ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی برہمن راجہ کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا مجھے کچھ پُن دیجئے۔ ہندو مذہب میں یہ مسئلہ پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی برہمن مانگنے آئے تو اسے ضرور کچھ دینا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ راجہ بخیل تھا اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ کچھ دے مگر مذہبی حکم کی وجہ سے مجبور بھی تھا۔ اس لئے اپنے وزیر سے کہنے لگا وزیر صاحب! پچھلے سال جو ہماری گائے گم ہو گئی تھی وہ ان کو دے دیں۔ اس کا بیٹا پاس ہی کھڑا تھا وہ اپنے باپ

سے بھی زیادہ بخیل تھا اسے خیال آیا کہ یہ برہمن ہے ممکن ہے کہ لوگوں میں اعلان کرے تو اسے وہ گائے مل جائے اس لئے کہنے لگا آپ یہ گائے کیوں دیتے ہیں پرارسال جو ہماری گائے مر گئی تھی وہ دے دیں۔

یہی یورپ کا حال ہے۔ وہ ہر پرانی اور بوسیدہ اور سڑی گلی چیز ہماری طرف پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے لینی ہے تو پندرہ سال پہلے کی بندوق لے لو، بیس سال پہلے کے بنے ہوئے ٹینک لے لو نئی بندوقیں اور نئے ٹینک تو ہماری ضروریات کے لئے ہیں۔ اسی طرح بیس بیس سال کے پرانے ڈسٹرائر اور کروزر دیتا ہے اور کہتا ہے ان کی مرمت کرا لو۔ اب بھلا یورپ سے ایٹم بم تو مانگ کر دیکھو وہ کبھی دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ لیکن جب اٹامک انرجی سے ہر ملک کام لینے لگ گیا اور یہ چیز تمام دنیا میں پھیل گئی تو اس وقت امریکہ بھی آفر (OFFER) کرے گا کہ ۲۵ ایٹم بم فلاں سال کے بنے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں اگر چاہو تو ہم سے خرید لو ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ جب یورپ کی یہ حالت ہے کہ وہ ہمیں اپنی نئی مادی چیزیں دینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے تو ہمارے سمجھدار اور تعلیم یافتہ آدمی یہ خیال بھی کس طرح کرتے ہیں کہ وہ فلسفے جن سے قومیں بنتی ہیں، وہ فلسفے جن سے ملک ترقی کرتے ہیں، وہ فلسفے جن سے دنیا پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ فلسفے جن سے اقوام کو عظمت حاصل ہوتی ہے وہ یورپ ہمیں فوراً دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب وہ کسی نظریہ سے اکتا جاتے ہیں، جب وہ اسے بیکار اور ناکارہ چیز قرار دیتے ہیں تو اس وقت کہتے ہیں اب یہ نظریہ تم لے لو اور اپنے اندر رائج کر لو۔

یہی بات اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے اور مومنوں سے کہتا ہے تم یہ تو سوچو کہ کیا وہ تمہارے خیر خواہ ہیں؟ اوّل تو تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون ہے اور وہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا قانون اور انسان کا بنایا ہوا قانون برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ تمہارے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو برداشت ہی کب کر سکتے ہیں کہ تم ترقی کر جاؤ اور دنیا میں تمہیں اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے، مثلاً امریکہ اور روس کو لے لو کیا امریکہ اور روس پسند کریں گے کہ ان کا ملک ترقی کرے یا یہ پسند کریں گے کہ ان کا ملک پیچھے رہ جائے اور دوسرے ملک آگے نکل جائیں۔ اگر کسی وقت ہم بڑے صناع ہو جائیں تو کیا امریکہ کی چیزیں ہم اسی طرح منگواتے رہیں گے جس طرح اب منگواتے ہیں۔ اور جب نہیں منگوائیں گے تو کیا امریکہ یہ پسند کر سکتا ہے کہ دوسرے ملک اتنی ترقی کر جائیں کہ وہ اس سے چیزیں نہ منگوائیں۔ وہ تو ایسی ہی تدابیر اختیار کرے گا جن سے اسے ترقی ہو اور دوسرے ممالک اس سے پیچھے رہیں۔ وہ جب تیسری منزل پر پہنچے گا تب وہ ہمیں دوسری منزل

پڑ لے جائے گا ورنہ نہیں۔ اُس وقت لبظاہر ہم یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے بہت بڑی ترقی کی ہے مگر حقیقت یہ ہوگی کہ اس نے دوسری منزل ہمارے سامنے اس لئے پیش کی ہوگی کہ وہ منزل اس کے کام کی نہیں رہی تھی اور وہ اس سے آگے نکل چکا تھا۔ اسی طرح مذہبی لحاظ سے دیکھ لو تو یورپ عیسائیت کو پیش کر رہا ہے جو قرآن کریم سے چھ سو سال پہلے کی تعلیم تھی اور قرآن کریم کے آنے پر منسوخ ہوگئی۔ اور اس طرح ہمیں پیچھے کی طرف گھسیٹنا چاہتا ہے تاکہ ہم کسی کام کے نہ رہیں۔ مگر مسلمان ہے کہ اُس کے فریب میں آجاتا ہے۔ وہ صرف اس کی پتلون اُس کا کھانا اور اُس کی کوٹھی دیکھتا ہے اور اس کے ہوائی جہاز دیکھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ وہ میرے دماغ کو اپنا غلام بنا رہا ہے

غرض وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ میں اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی یہ دو عظیم الشان خوبیاں بیان کی ہیں اوّل یہ کہ اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں اور دوم یہ کہ وہ اپنے قوانین کے لحاظ سے دنیا کے لئے کامل اور آخری ہدایت نامہ ہے۔ پس جب اس میں تمام طبائع کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تمام احکام حکمت کے ماتحت دیئے گئے ہیں اور شریعت کو ہر لحاظ سے مکمل کر دیا گیا ہے تو اب دنیا اپنی نجات کے لئے اور کس چیز کی محتاج ہے۔ اس کی کامیابی اور نجات اسی میں ہے کہ وہ قرآن کریم کو حق سمجھتے ہوئے اُس کی اتباع کرے اور سمجھے کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے وہی سچ ہے“

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل ص۱۹۸ ، ص۱۹۹)

آسمانی تریاق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”روحانیت اور پاکیزگی کے بغیر کوئی مذہب چل نہیں سکتا۔ قرآن شریف نے بتلایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر دنیا کی کیا حالت تھی یاکلون کما تاکل الانعام پھر جب انہی لوگوں نے اسلام قبول کیا تو فرماتا ہے یبیتون لربھم سجدًا وّ قیامًا۔ جب تک آسمان سے تریاق نہ ملے تو دل درست نہیں رہتا“ (البدر ۲ر اکتوبر ۱۹۰۳ء)

اسلامی معاشرہ

مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے

اسلامی معاشرے کے موضوع پر جب ہم غور کرتے ہیں تو اس سلسلے میں ہمارے ذہن میں کئی سوالات اُبھرتے ہیں مثلاً اسلامی معاشرے کی خصوصیات کون کون سی ہیں؟ اسلامی معاشرے کی ساخت و ترکیب کیا ہے؟ کون کون سے جسمانی، اخلاقی، روحانی، اقتصادی اور اسی طرح دوسری قسم کے اصول و قوانین اس میں کارفرما ہوتے ہیں؟ اسلامی معاشرے کے ذریعہ سے کون سے مطالب و مقاصد کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے؟

آج کل پاکستان میں بھی یہ سوال بڑی اہمیت اختیار کر چکا ہے کہ پاکستان میں اسلامی معاشرے کے قیام کی کیا صورت ہونی چاہیئے اور اسے کس طرح سے قائم کیا جائے۔ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق وسعت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے اور اس کے ذریعہ سے بھی ایک مخصوص قسم کا معاشرہ معرض وجود میں آ رہا ہے۔ جب کوئی قوم یا ملّت وسعت پذیر ہو تو اس میں لازماً بعض کمزوریاں بھی پیدا ہو جایا کرتی ہیں جن کا تدارک صحیح علم، تدبیر اور دعا کے ذریعہ سے لازم ہو جاتا ہے ورنہ قومی زوال کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:-

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

(سورۃ النصر)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اپنی قوم کی کمزوریوں کا احساس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفت سبّوح کو پکارنا اور ان کمزوریوں کا بذریعہ استغفار تدارک چاہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ صحیح کوشش اور دعا کے نتیجہ میں ضرور اپنے بندوں پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:-

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

(یونس ع ۲)

یعنی ہم نے تم کو زمین میں پہلی قوموں کا جانشین بنایا ہے اور تمہیں زمین میں غلبہ و استحکام بخشا ہے اور اب ہم دیکھیں گے کہ اس غلبے اور استحکام کو قائم رکھنے کے لئے تم کونسے اعمال بجالاتے ہو۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کے لئے یہ سوال نہایت ہی اہم ہے کہ ہمارے ذریعہ سے جو ایک مخصوص قسم کا معاشرہ معرضِ وجود میں آرہا ہے اس کے قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں خدوخال کیا ہونے چاہئیں؟ اور پھر اس کو بقائے دوام بخشنے کے لئے ہمیں کون سے اصولوں پر عمل کرتے رہنا چاہیئے؟

سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی اسلامی معاشرے کی شکل وصورت کیا ہے؟ اور دنیا کی کس چیز کے ساتھ اسے تشبیہ دینی چاہیئے؟ کیونکہ تشبیہ اور تمثیل کے ذریعہ سے معاملات کا سمجھ لینا فہم و ادراک کے بہت قریں ہوجاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے اسلامی معاشرہ و تمدن کو جنت سے بھی تشبیہ دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے کے اندر وہی کیفیات اور خصوصیات ہونی چاہئیں جو کہ ایک گھنے باغ میں ہوتی ہیں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور مخلوقِ خدا اس کے ٹھنڈے سایوں کے تلے دھوپ کی تیزی اور گرم ہواؤں کی تندی سے پناہ حاصل کرتی ہو اُس کے شیریں ثمرات سے متلذذ ہوتی ہو اس کی رونق اور ترو تازگی سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرتی ہو۔ الغرض ایک گھنے باغ میں جو بھی کیفیات انسانوں کے سرور اور مسرت کا باعث بنتی ہیں وہ اسلامی معاشرے میں بھی معنوی طور پر ہونی چاہئیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں بیسیوں آیات میں جنت کی تفاصیل بیان کی ہیں جہاں اس بیان سے مراد اخروی جنت ہے وہاں مثالی رنگ میں اسلامی تمدن اور معاشرہ بھی مراد ہے کیونکہ اخروی جنت اسی دنیا کے ماحول کی ایک تصویر ہوگی۔ اگر قومی طور پر ہم نے اپنے معاشرے میں جنتی کیفیات پیدا کردی ہیں تو یہ عمل بھی ہمارے لئے اخروی جنت کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا اور ہمارے ذریعہ سے قائم ہونے والی جنت ارضی جنت اخروی کے لئے الاھن و دلیل ہوگی۔ مثال کے طور پر جنت کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے

لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ

یعنی جنت میں کسی قسم کی لغویت اور گناہ نہ ہوگا۔

ہمارا معاشرہ تب ہی اسلامی معاشرہ کہلا سکتا ہے کہ جب وہ ممکن حد تک لغویات اور گناہ سے پاک ہو۔ اسی طرح قرآن کریم میں جنت کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۔ حَدَآئِقَ

یعنی یقیناً متقیوں کے لئے کامیابی کے حصول کا ایک

وَاَعْنَاباً وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَاباً وَّ كَأْساً دِهَاقاً ۔ (سورۃ النباء)

مقام مقدر ہے جس میں باغیچے اور انگور ہوں گے۔ بھرپور جوانی کو پہنچنے والی ہم عمر عورتیں ہونگی اور چھلکتے ہوئے پیالے ہوں گے۔

یہ آیات جہاں اخروی جنت کی بعض خصوصیات بیان کرتی ہیں۔ اسی طرح اسلامی معاشرے کے بعض نمایاں پہلوؤں کا بھی ذکر کرتی ہے۔ مثلاً حقیقی اسلامی معاشرے میں صنف نازک کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی اخلاقی علمی اور روحانی جوانی کو پہنچی ہوئی ہوں۔ ان کے ذہنی اور قلبی ملکات ارتقا پذیر ہوں۔ اور پھر صرف چند ایک مستورات ہی ایسی نہ ہوں بلکہ قوم کی ساری کی ساری عورتیں ہی اس معاملے میں ہم عمر ہوں یعنی قریباً قریباً سب ہی ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور پر بالغ ہوں۔ اس کے بغیر اسلامی معاشرہ قائم و دائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ آئندہ نسلوں کی تربیت کرنا اکثر و بیشتر ماؤں کے ہی ذمہ ہوتا ہے۔ خصوصاً عمر کا وہ حصہ جس میں بچہ دائمی اور پائیدار اثرات و نقوش اپنے شعور و لاشعور میں حاصل کر لیتا ہے وہ ماؤں کی زیرنگرانی ہی گزارتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ اولاد کو ماں باپ کی خدمت کرنے کے نتیجہ میں اور خصوصاً ماں کی خدمت کے نتیجہ میں جنت ملتی ہے لیکن اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ اس دنیا میں حاصل ہونے والی اور اگلے جہان میں حاصل ہونے والی جنت ان نقوش اور اثرات کی رہین منت ہے جو مومن مائیں اپنے بچوں کے ذہنوں پر پیدا کرتی ہیں اور ماں کی تربیت کے نتیجہ میں ہی آئندہ زندگی دوزخ یا جنت کی صورت اختیار کر لیتی ہے

الغرض یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے۔ قرآن کریم سے اگر جنت کی تمام خصوصیات کو بیان کیا جائے اور اس کے مطابق اسلامی معاشرے کے خدوخال متعین کئے جائیں، تو یہ ایک نہایت ہی لطیف اور مبسوط بحث ہوگی عملی طور پر فردی، خاندانی اور قومی تمام سطحوں پر ہمارا فرض ہے کہ قرآن کریم میں بیان کردہ جنت کی تمام خصوصیات کو اپنے معاشرے میں پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم اسی دنیا میں نقد جنت حاصل کر لیں اور دنیا میں عالمگیر سکھ اور چین کا دور دورہ ہو اور موجودہ مصائب و آلام ختم ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالٰے قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ

یعنی جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے اور جوابدہ ہونے سے ڈرتا ہے۔ یعنی اپنے رب کے حکموں پر عمل کرتا ہے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں ایک اس دنیا کی، ایک اگلے جہان کی۔

بعض احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرے کو ایک مضبوط چونا گچ عمارت سے تشبیہ دی ہے۔ اس سے ایک نیا لطیف مضمون پیدا ہوتا ہے۔ ایک عمارت میں جو جو خصائص اور اغراض و مقاصد ہمیں نظر آتے ہیں انہیں کو ہمیں اسلامی معاشرے میں بھی پیدا کرنا چاہیئے تاکہ اسلامی معاشرے کی عمارت بھی مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے اور اس سے بھی دینی مفاد حاصل ہوتے رہیں جو کہ ایک مضبوط عمارت سے حاصل ہوا کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرے کو انسانی جسم سے تشبیہ دی ہے۔ آج کے مضمون سے خاکسار مضامین کا ایک سلسلہ شروع کرنا چاہتا ہے جس میں اسی تمثیل کو مدنظر رکھ کر انشاء اللہ العزیز اسلامی معاشرے کی خصوصیات بیان کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائیگی۔ وہ حدیث یہ ہے

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنهما۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المومنین فی تراحمهم و توادّهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضواً تداعی له سائر جسده بالسهر والحمّی۔ (بخاری کتاب الادب)

یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مومنوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور محبت واحسان کرنے میں ایک جسم کی طرح پائیگا اور جب جسم کسی عضو کو بیمار پاتا ہے۔ تو جسم کے تمام اعضاء اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو بے خوابی اور بخار کی دعوت دیتے ہیں۔ یعنی سب کے سب ہی بے قرار ہوجاتے ہیں۔

اس حدیث میں اسلامی معاشرے کی بعض نمایاں خصوصیتیں جو کہ بالکل ظاہر و باہر نظر آتی ہیں بیان کی گئی ہیں مثلاً مومن ایک دوسرے پر رحم، محبت، اور احسان کرتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کو انسانی جسم کے ساتھ تشبیہ دے کر ایک نہایت وسیع مضمون کا دروازہ بھی کھول دیا ہے جس کی تفاصیل انشاء اللہ العزیز آئندہ مضامین میں بیان کی جائیں گی۔

قرآن کریم میں بھی اشارۃ النص کے طور پر یہ مضمون ہمیں ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ۔

یعنی تم سب کی پیدائش اور تمہارا (قومی ترقی کے مقامات عالیہ کی طرف) اٹھایا جانا ایک شخص (کی پیدائش اور بعث) کی طرح ہے اس سلسلے میں غور کرکے اگر تم مفید اصول اخذ کرو اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرو کہ وہ تمہیں ترقی کی منازل عالیہ تک پہنچا دے تو اللہ تعالےٰ ضرور تمہاری دعاؤں کو سنے گا اور تمہاری کوششوں

(سورۃ لقمٰن : ۲۹) کو دیکھے گا اور تمہیں کامیابی سے ہمکنار کر دے گا۔

اس کے فوراً بعد اگلی آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۔ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۰ (لقمٰن : ۳۰)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور سورج اور چاند اس نے خدمت میں لگا چھوڑے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مدت مقررہ کے لئے اپنا کام کرتا چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے اچھی واقف ہے۔

یعنی جس طرح سورج، چاند کی روشنی تو ہر آن قائم و دائم ہے۔ لیکن زمین کا کوئی حصہ جب ان سے اوٹ میں آجاتا ہے تو وہاں اندھیرا چھا جاتا ہے اور جب ان کے سامنے آجاتا ہے تو دن چڑھ آتا ہے۔ اسی طرح مسلمان جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفتاب رسالت اور اس کے گرد گھومنے والے چاندوں سے بحیثیت افراد یا قوم منہ موڑلیں گے تو ان پر نحوست و ادبار کا منحوس اندھیرا چھا جائے گا اور اگر اس روحانی آفتاب اور اس کے اقمار کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالےٰ ان پر ترقیات کے دن چڑھا دے گا۔ اللہ تعالےٰ اس سلسلہ میں تمہاری کوشش کو دیکھے گا اور اسی کے مطابق ہی تم سے سلوک کرے گا۔

مندرجہ بالا احادیث اور آیات قرآنیہ سے یہ امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(ا) مومنوں کے معاشرہ کو انسانی جسم سے مماثلت حاصل ہے۔

(ب) جو قوانین ایک فرد کی ترقی یا تنزل میں کارفرما ہوتے ہیں۔ وہی قوم و معاشرہ کی ترقی یا تنزل کے بھی ضامن ہوتے ہیں۔

(ج) مومنوں کے معاشرہ کے بہت نمایاں اوصاف یہ ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے لئے رحماء بینھم کے مطابق رحم کے جذبات رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے مودت و محبت رکھتے ہیں۔ احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ایک دوسرے پر جھکتے ہیں۔ اگر ایک فرد یا کسی حصۂ قوم کو تکلیف ہوتی ہے تو قوم کے سب افراد درجہ بدرجہ اس غم اور دکھ میں شریک ہوتے ہیں۔

پس اسلامی معاشرے کی حقیقت سمجھنے، اس کی خصوصیات معلوم کرنے۔ اس کی ترقی و تنزل کے اسباب و وجوہ تلاش کرنے اور اس کے بنیادی اصول متعین کرنے کے لئے ہمیں مندرجہ بالا حدیث نبوی اور آیات قرآنیہ کی روشنی میں جسم انسانی کی ساخت، اس کے اندر جاری و ساری مختلف نظاموں اور ان کے طریق عمل و نتائج پر غور کرکے اصول اخذ کرنے چاہئیں۔

اگر ہمارا معاشرہ انہی اصولوں پر قائم ہوگا جن پر جسم انسانی قائم ہوتا ہے تو یہی معاشرہ حقیقی اسلامی روح کا حامل ہوگا اور ایک زندہ و ترقی کرنے والا معاشرہ ہوگا ورنہ اسے جسمانی اخلاقی یا روحانی موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب پیشتر اس کے کہ جسم انسانی کی ساخت اور اس کے اندر جاری و ساری طبعی، جسمانی، اخلاقی و روحانی قوانین پر غور کر کے ہم معاشرہ اسلامی کے دستور اساسی کا تعین کریں دونوں میں ایک بنیادی فرق بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ جسم انسانی میں اعضاء ایک جبری نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس جبری نظام میں اختیار بھی پایا جاتا ہے، اور اسی اختیار کی وجہ سے جب کسی انسان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو بیماری پیدا ہو کر اسے اس غلطی کی سزا مل جاتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر معاشرہ اسلامی کی بنیادیں اور اس کے اندر جاری و ساری قوانین پورے طور پر طوعی و اختیاری رنگ رکھتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا یا نہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔ ہاں ان قوانین کی خلاف ورزی قوم کے جسم میں اسی طرح بیماریاں اور ہلاکت پیدا کر دیتی ہے جس طرح جسم انسانی کے جبری نظام میں ؛

مندرجہ بالا وضاحت کے پیش نظر اب ہم جسم انسانی پر غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کون کون سے نظام قائم کئے ہیں؟ اس کے اندر کون کون سے نظام جاری و ساری ہیں؟ ان کے ذریعہ کون کون سے اچھے و برے نتیجے نکلتے ہیں؟ اور پھر کس طرح ایک اور رنگ میں وہی نظام اور وہی قوانین اسلامی معاشرہ کے لئے بھی مقرر ہیں جن پر عمل کرنے سے قوم ترقی کرتی ہے اور جن کو ترک کرنے سے اسے نکبت و ادبار کا منہ دیکھنا پڑتا ہے؟ آئندہ سلسلہ مضامین میں تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ العزیز ایک ایک امر کا الگ الگ جائزہ لیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم (باقی)

اصلاحِ نفس کا مدّعی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنی تجویز اور خیال سے اگر کوئی اصلاحِ نفس کرنے کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے"۔ (الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۲ء)

پیدائش انسانی کی غرض

مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم مجالس انصار اللہ سابق سندھ

خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی پیدائش کی غرض عبادت بیان فرمائی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں خود انسان نے بھی بے شمار چیزیں بنائی ہیں اور ان کی اغراض بھی متعین کی ہیں۔ جب تک وہ چیزیں ان اغراض کو جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہیں پوری کرتی رہتی ہیں انسان ان کو قائم رکھتا ہے اور ان کی بقا کے لئے مقدور بھر کوشش کرتا رہتا ہے لیکن جب وہ اشیاء ان اغراض کو پورا نہیں کرتیں تو خود اپنے ہاتھوں سے ان کو ضائع کر دیتا ہے اور انہیں ضائع کرتے وقت اسے ذرا بھر افسوس نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسا سِر ہے جو ہمیں اس کائنات میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ اسی سِر کو سمجھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"پس کس قدر ضرورت ہے کہ تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے لئے ہو جاؤ۔ دنیا تمہاری مقصود بالذات نہ ہو۔ مَیں اس لئے بار بار اس امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دور پڑا ہوا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم دنیا کے کاروبار چھوڑ دو بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا اور رہبانیت اسلام کا منشاء نہیں۔ اسلام تو انسان کو چست اور ہوشیار اور مستعد بنانا چاہتا ہے۔ اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدوجہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس کا تردد نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ پس اگر کوئی عبادت سے یہ مراد لے کہ دنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے تو وہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض و جذبات کو مقدم نہ کرو۔ پس اگر انسان کی زندگی کا یہ مدعا ہو جائے کہ وہ تنعّم کی زندگی بسر کرے اور اس کی ساری کامیابیوں کی انتہا خورد و نوش اور لباس و خواب ہی ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے کوئی خانہ اس کے دل میں باقی نہ رہے تو یہ یاد رکھو کہ ایسا شخص فطرۃ اللہ کا مقلّب ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے

قویٰ کو بے کار کر لے گا۔ یہ صاف بات ہے کہ جس مطلب کے لئے کوئی چیز ہم لیتے ہیں۔ اگر وہ وہی کام نہ دے تو اسے بے کار قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ایک لکڑی کرسی یا میز بنانے کے لئے لیں اور وہ اس کام کے ناقابل ثابت ہو تو ہم اسے ایندھن ہی بنا لیں گے۔ اسی طرح انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادتِ الٰہی ہے لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بے کار کر لیتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاء کم۔ میں نے ایک بار پہلے بھی بیان کیا تھا کہ میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں کھڑا ہوں۔ شرقاً غرباً اس میں ایک بڑی نالی چلی گئی ہے اس نالی پر بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک قصاب کے جو ہر ایک بھیڑ پر مسلّط ہے ہاتھ میں چھری ہے جو انہوں نے ان کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف منہ کیا ہوا ہے۔ میں ان کے پاس ٹہل رہا ہوں۔ میں یہ نظارہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ آسمانی حکم کے منتظر ہیں تو میں نے یہی آیت پڑھی قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاء کم۔ یہ سنتے ہی ان قصابوں نے فی الفور چھریاں چلا دیں اور یہ کہا کہ تم ہو کیا آخر گوں کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ غرض خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے اور جو اس کی مرضی کے خلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو شیطان کی غلامی سے باہر کرے۔ جیسے کلوروفارم نیند لاتا ہے اسی طرح پر شیطان انسان کو تباہ کرتا ہے اور اسے غفلت کی نیند سلاتا ہے اور اسی میں اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔"

ہم لوگ بفضلہٖ تعالیٰ ایک مامور کی جماعت ہیں اور ہماری جماعت کا قیام منشائے الٰہی کے نفوذ کے لئے عمل میں آیا ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی پیدائش کی غرض کو پیش نظر رکھیں اور اپنی گردنیں عبودیت کے جوئے کے نیچے کامل فرمانبرداری کے ساتھ جھکا دیں تا ہم خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے بطور ایک آلہ کے ہو جائیں جس کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ارادے کے آگے کوئی چیز روک نہیں بن سکتی

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ٭ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اب جبکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیج کر دنیا کو دینِ واحد پر جمع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس فیصلہ کا مدار مستعد دلوں میں پاک تبدیلی سے مقدر ہے تو ہمارے لئے جو کہ خدا تعالیٰ کے مامور کے پیرو ہیں ضروری ہے کہ اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کریں اور وہ اعمال دکھائیں کہ فرشتے بھی ہم پر رشک کریں اور عبودیت کا جامہ اس طرح زیب تن کریں کہ ہمارے قلوب مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہو جائیں اور ہم سفلی زندگی کے رذائل سے کلّی پاک ہو کر خدا تعالیٰ کی دائمی پناہ میں آ جائیں۔ وہ ہم سے راضی ہو اور ہم اس کی رضا پر راضی ہوں ع این است کام دل اگر آید میسرم

صبرِ ایوبؑ

(مکرم محمد شفیع خان صاحب نجیب آبادی۔ کراچی)

اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ
وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

آیت ۸۵ سورہ انبیاء پارہ ۱۷

اور تو ایوب کو بھی یاد کر جب اس نے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ میری حالت یہ ہے کہ مجھے تکلیف نے آپکڑا ہے اور اے خدا تُو تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

پس ہم نے اس کی دعا سنی اور جو تکلیف اس کو پہنچی ہوئی تھی اس کو دور کر دیا اور اس کو اس کے اہل و عیال بھی دئے اور ان کے سوا اپنی طرف سے رحم کرتے ہوئے اور بھی دئے اور ہم نے اس واقعہ کو عبادت گذاروں کے لئے ایک نصیحت کا موجب بنایا ہے"

تفسیر کبیر سورہ الانبیاء جلد چہارم صفحہ ۵۲۹

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں:۔

"ان دونوں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے بعد حضرت ایوبؑ کا ذکر کیا گیا ہے جن کی ساری عمر مشکلات میں کٹ گئی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لحاظ سے شاید حضرت علیؓ کو حضرت ایوبؑ سے نسبت دی جا سکے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لحاظ سے تو بہرحال یہ ایک پیشگوئی ہے جو وقت پر آکر ظاہر ہوگی"

(تفسیر کبیر جلد چہارم سورۃ الانبیاء صفحہ ۵۲۹ مطبوعہ ۲۰/۳/۱۹۵۸)

گویا یہ تفسیر ۱۹۵۸ء میں چھپی ہے تاہم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ نے اس سورۃ کا درس قادیان میں دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت ایوبؑ سے مشابہت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہی کو دی جا سکتی ہے۔ جب ہم آپ کی سوانح حیات پر غور کرتے ہیں تو آپ کی ساری عمر شیطان سے مقابلہ کرنے میں گذری۔ آپ کے زمانہ میں دنیا ئے احمدیت پر ایسے شدید طوفان اور مصائب آئے جو اپنے رنگ میں عدیم النظیر ہیں۔ مگر آپ نے ہر مصیبت اور مشکل کا نہایت اولوالعزمی اور صبر کے بے نظیر نمونہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق مختلف اقوام نے روشنی ڈالی ہے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں نے اور ان یہودی مورخوں نے جو کہ مذہب کی روشنی میں تاریخ لکھتے ہیں۔ مسلمان مورخ کہتے ہیں :-

"ایوبؑ بڑے مالدار تھے اور شام اور اسکے ملحقہ ملکوں کی زمینیں ان کی ملکیت تھیں اور گائیوں اور اونٹوں اور بکریوں گھوڑوں اور گدھوں کی ان کے پاس کوئی انتہا نہ تھی۔ ان کے پانچ سو ہل چلتے تھے اور پانچ سو غلام تھے۔ اہل و عیال بھی بہت تھے۔ مگر آپ دولت کے باوجود بڑے نیک تھے اور مساکین اور یتامیٰ اور بیوگان کی پرورش کرتے تھے اور بڑے مہمان نواز تھے شیطان اپنی کوشش کے باوجود ان کو ورغلانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ آپ پر یمن کے ۳ آدمی ایمان لائے تھے ابلیس ان کے زمانہ میں آسمانی خبروں کو چوری چوری سن لیتا تھا (یہ خبر ہمارے مفسرین صرتی کے متعلق دیتے ہیں) ایک دفعہ ایوب نے بڑے اخلاص سے درود پڑھا اور فرشتوں نے اس کا جواب دیا تو شیطان نے وہ بھی سن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب کا درود سن کر اس کی بڑی تعریف کی۔ اس پر ابلیس کو حسد آگیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ ایوب پر جو آپ نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کی وجہ سے وہ نیک ہے۔ اگر آپ ان نعمتوں کو چھین لیں تو وہ آپ کی اطاعت سے نکل جائیگا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا میں نے تجھے اس کے مال اور اسباب پر تصرف بخشا اور اس نے ان سب چیزوں کو ہلاک کر دیا۔ مگر ایوب نے تب بھی الحمد للہ ہی کہا تب شیطان دوبارہ اللہ کے پاس گیا اور کہا ابھی اس کی صحت تو باقی ہے اس لئے وہ شکر گذار ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ اس کے جسم پر بھی تجھے تصرّف دیا جاتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا اس کی زبان۔ دل اور عقل پر تیرا قبضہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ان کے جسم میں کھجلی کی بیماری پیدا ہو گئی اور جسم کا رنگ تبدیل ہو گیا اور زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔ تب بستی والوں نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ اس وقت وہ ایک جھونپڑے میں چلے گئے۔ جہاں ان کی ایک بیوی رحمت نامی ان کی خدمت گار تھی۔ آپ پر ایمان لانے والے تینوں آدمیوں نے بھی آپ کو چھوڑ دیا۔ بعض کے قول کے مطابق

حضرت ایوبؑ اس مصیبت میں ۱۸ سال رہے اور بعض کے قول کے مطابق ۳ سال رہے اور بعض کے قول کے مطابق سات سال رہے۔ اس وقت کوئی ان کے قریب تک نہ آتا تھا سوائے ان کی بیوی کے جو ان کو کھانا لاکر دیتی تھی۔ جب حضرت ایوبؑ خدا تعالیٰ کی حمد کرتے تو وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوتی۔ تب شیطان گھبرایا اور اس نے کہا کہ آدم کی بیوی کو بھی پھسلایا گیا تھا کیوں نہ ایوب کی بیوی کو بھی پھسلایا جائے۔ تب وہ ان کی بیوی کے پاس آیا اور اس نے ایک بکری کا بچہ دیکر کہا کہ اگر ایوبؑ میرے نام پر اس کو ذبح کر دیں تو اچھے ہو جائیں گے۔ بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے یہ ذکر کیا تو انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا یہ تو خدا کا دشمن ہے۔ تم کیوں اس کے قریب میں آئیں۔ خدا تعالےٰ نے اتنی لمبی مدت تک نعمتیں دی تھیں اگر چند سال مشکلات کے آگئے تو کیا ہوا۔ پھر قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے شفا دی تو وہ بیوی کو اس کی غلطی پر سو کوڑے لگائیں گے اور بیوی کو گھر سے نکال دیا اور کہا کہ میں اللہ کے سوا کسی کے نام پر جانور ذبح کرنے کے لئے تیار نہیں پھر آپ نے دعا کی کہ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایوبؑ میں نے تیری دعا سن لی۔ اُٹھ اور زمین پر پاؤں مار۔ تو چشمہ پھوٹ پڑا۔ آپ نے اس سے غسل کیا تو ساری بیماری جاتی رہی اور جوانی کا زمانہ عود کر آیا۔ آپ نے ایک دفعہ پھر پاؤں مارا تو ایک اور چشمہ پھوٹ پڑا اس سے آپ نے پانی پیا تو سب اندرونی بیماریاں جاتی رہیں اس وقت ان کی بیوی کو خیال آیا کہ گو ایوبؑ نے مجھے میری غلطی پر نکال دیا ہے۔ مگر وہ بھوکے مر جائیں گے وہ ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی مگر ان کو اپنی جگہ پر نہ پایا۔ وہ روتے روتے سب جگہ ان کو ڈھونڈنے لگی۔ آخر وہ ان کو مل گئے۔ اور حضرت ایوبؑ نے اس طرح قسم پوری کی کہ سو تیلیاں اکٹھی لے کر ان کو ماریں۔

(تفسیر خازن) بحوالہ تفسیر کبیر ص۵۴۹ و ص۵۵۰ و ص۵۵۱ (جلد چہارم سورۃ الانبیاء)

بالکل اس سے ملتا جلتا واقعہ عہد نامہ قدیم میں کتاب ایوب باب ۲ میں بھی لکھا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ایک نبی کو جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے ایسی بیماری ہو جس سے لوگ کراہت کرنے لگیں اور پاس نہ آئیں اس لئے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ حضرت ایوبؑ کے جسم پر کیڑے پڑ گئے ہوں اگر نعوذ باللہ ایسا ہوتا تو وہ فرائض نبوت کیسے انجام دیتے۔ یہ بات ہمارے مفسرین نے انتہائی مبالغہ یا بغیر کسی تحقیق کے یہودیوں کی روایات سے لے کر اپنی تفسیروں میں لکھدی لیکن یہ نتیجہ ضرور نکالا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو دشمنوں کی طرف سے بے انتہا مظالم کا نشانہ بنایا گیا اور آپ شدید قسم کے بیمار ہو گئے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں یہودی روایات کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہم نے اوپر مفسرین کی روایتیں بھی دے دی ہیں اور بائیبل کی بھی۔ ان دونوں کو پڑھنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین نے یہودیوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں۔ کیونکہ بہت سی باتوں میں یہ روایتیں بائیبل کے قصے سے ملتی ہیں اور بعض مختلف بھی ہیں۔ یہ اتفاق اور اختلاف بتاتا ہے کہ ذریعہ معلومات تو ایک ہی ہے۔ مگر پورا قابل اعتبار نہیں۔ قرآن کریم جو ان سب لغویات سے پاک ہے اس نے اس قصہ کی فضولیات کو حذف کر دیا ہے اور جو واقعات اس نے بیان کئے ہیں ان سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ

ایوبؑ بڑا مالدار تھا اور اس کا بڑا خاندان تھا وہ ایک مشرقی ملک میں رہتا تھا۔ جس کا بادشاہ ظالم تھا۔ ظالم ملک کے متعلق یہ آیت شہادت دیتی ہے کہ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ (سورہ ص ع۴) یعنی ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو نقصان اور تکلیف پہنچائی ہے۔ شیطان کے معنی عربی زبان میں سرکش کے ہوتے ہیں (اقرب) پس اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک سرکش بادشاہ مجھے تکلیفیں دیتا ہے اور نقصان اور عذاب پہنچا رہا ہے۔ یعنی اس کے ظلم کی وجہ سے مجھے ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانا پڑتا ہے اور میرے مال اور خاندان کو وہ نقصان پہنچاتا ہے اور اس طرح مجھے دکھ دیتا ہے یہ جو ہم نے لکھا ہے کہ وہ بادشاہ کے ظلم سے مجبور تھے کہ ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں اس کا ثبوت یہ آیت ہے کہ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۔ یعنی اپنی سواری کو ایڑی مار اور ساتھ ہی سواری کو درخت کی ایک ٹہنی سے بھی مارتا جا تاکہ تیرا سفر جلدی طے ہو۔ جب تو ایسا کرے گا تو سامنے تجھے ایک چشمہ نظر آئے گا۔ جس میں نہانے کا بھی سامان موجود ہوگا اور پیاس بجھانے کا بھی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب کسی پہاڑی علاقہ میں رہتے تھے۔ جن لوگوں نے کشمیر دیکھا ہے وہ اس کو خوب سمجھ سکتے ہیں کشمیر کے لوگ جب گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑی سے اترتے ہیں تو بے تحاشہ دونوں ایڑیاں گھوڑوں کو مارتے جاتے ہیں اور ایک ہاتھ سے درخت کی شاخ بھی مارتے جاتے ہیں تاکہ سفر جلدی طے ہو۔ اور ٹھنڈے چشمے عام طور پر پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں۔ پس قرآنی روایت کے مطابق اتنا ہی پتہ لگتا ہے کہ ایک ظالم بادشاہ کی تعذیب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت ایوبؑ نے اپنے ملک سے ہجرت کی جو علاقہ پہاڑی بھی تھا اور چشموں والا بھی تھا اور ایڑیاں انہوں نے اپنے گھوڑے کو ماری تھیں نہ کہ زمین پر مار کر چشمہ پھوڑا تھا اور درخت کی موٹی شاخ جس کے آگے کئی چھوٹی چھوٹی شاخیں لگی ہوئی تھیں سواری کو اس کے دوڑنے کے لئے مار رہے تھے

نیز یہ کہ ان کی بیوی تھی جس نے ان کو شرک کی تعلیم دی تھی اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ میں اسے سو کوڑے ماروں گا اور پھر قسم سے بچنے کے لئے یہ بہانا بنایا کہ سو تیلیوں کا ایک جھاڑو پکڑ کر بیوی کو مار دیا" (تفسیر کبیر جلد چہارم سورۃ الانبیاء صفحہ ۵۵۳ و صفحہ ۵۵۴)

۴۔ "حَنَثَ کے معنی مَالَ اِلَی الْبَاطِلِ کے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ دل سے باطل کی طرف مائل نہ ہو بلکہ اس جگہ جسمانی میلان بھی مراد ہو سکتا ہے جو ہمسائیگیت پر دلالت کرتا ہے اور اس طرف اس جگہ اشارہ ہے۔ فرماتا ہے کہ جلدی جلدی شرک کے علاقہ سے نکل جا۔ گھوڑے کی سواری کی تھکان کی پرواہ نہ کر۔ بادشاہ کے ظلم کی تھکان کا تو کوئی علاج نہیں تھا۔ گھوڑے کی سواری کی تھکان کا علاج موجود ہے۔ سامنے چشمہ ہے اس میں نہا اور پانی پی اور اس ملک کے چھوڑ دینے پر افسوس نہ کر۔ ہم تیرے تمام رشتہ داروں کو وہاں پہنچا دیں گے۔ بلکہ ان جیسے اور بھی دینگے یعنی اس ملک میں بھی تیرے خیر خواہ پیدا ہو جائیں گے۔ اس بات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ایوبؑ سے مشابہت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھاگ کر شرک کا علاقہ چھوڑنا پڑا جہاں پانی نہیں ہوتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکہ میں چھوڑی ہوئی بیویوں کو بھی مدینہ پہنچا دیا اور ویسی ہی پاکباز اور نیک بیویاں اور بھی دیں۔ یہی حضرت ایوبؑ سے وعدہ تھا کہ اے ایوب! مشرک بادشاہ کی حکومت چھوڑ دے اور دوسرے علاقہ میں نکل جا وہاں ہم تیری تکلیفوں کو دور کر دیں گے اور تیرے رشتہ دار بھی پہنچا دینگے بلکہ انہی جیسے اور بھی دینگے اور نہانے اور پینے کے لئے پانی بھی کثرت سے مہیا ہو گا"

(تفسیر کبیر جلد چہارم سورۃ الانبیاء صفحہ ۵۵۴)

واقعات مندرجہ بالا کو مدنظر رکھکر جب ہم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زمانہ کے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو پایا جاتا ہے کہ آپ کی ساری عمر شیطان کے حملوں کے دفاع اور شیطان سے جنگ کرنے میں صرف ہوئی اور وہ شیطانی جنگ اب تک بھی جاری ہے۔ آپ نے ایک مشرک ملک کی حکومت کے جبر و تشدد اور ظلم کی وجہ سے قادیان سے ہجرت کی آپ کی تمام املاک اور جائداد تباہ ہو گئی یا دشمنوں کے قبضہ میں چلی گئی آپ کے متبعین فسادات ۱۹۴۷ء اور پارٹیشن کے نتیجہ میں منتشر اور بے گھر در بدر ہو گئے۔ ہمارا مرکز ہم سے چھوٹ گیا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اور حضرت اقدس کے صبر ایوبی کے نتیجہ میں ہمیں ایک نیا مرکز ربوہ عطا فرمایا جہاں پانی کے چشمے بھی جاری فرمائے اور تمام احمدیوں کو جو منتشر ہو گئے تھے پھر ایک مرکز سے وابستہ کر دیا اور پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ تبلیغ

داشاعت کا کام جاری ہو گیا۔ تمام دنیا میں مشن قائم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ویسا فضل فرمایا کہ ہمارے جلسہ سالانہ پہ ایک لاکھ سے زائد احباب آنے لگے۔

شیطان فطرت انسانوں نے آپ کی جان پر بھی حملہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس حملہ میں بھی معجزانہ طریق سے آپ کو بچایا اور موجودہ بیماری بھی اسی حملے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی لیکن مفسرین کے خیالات کے مطابق آپ کے دل۔ زبان اور عقل پر بیماری قابو نہ پا سکی اور آپ اس بیماری کی حالت میں بھی اپنے فرائض منصبی کو انجام دے رہے ہیں اور ساری دنیا میں اصلاح وارشاد کے پروگرام کی نگرانی کرنا تازہ بتازہ ہدایات دینا۔ مبلغوں کو روانگی سے قبل مناسب اور برمحل نصائح فرمانا۔ یہ سب کام حضور بدستور انجام دے رہے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے سب واقعات آپ پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ پیشگوئی ایک طریق سے آپ کی ذات میں پوری ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ بادی النظر میں قادیان کی واپسی اور آپ کی کمل صحت کا مرحلہ ابھی باقی ہے تو ہمارے صادق الوعد اللہ تعالیٰ کے یہ وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے۔ یہ کب پورے ہوں گے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جب اس کی مشیت میں وہ وقت آجائے گا تو معجزانہ طریق پر یہ وعدے پورے ہو جائیں گے۔ البتہ حصولِ ثواب کی خاطر ہم سب کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور منکسرانہ اور عاجزانہ طور پر سربسجود ہو کر گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلداز جلد وہ دن لائے کہ ہم حضرت اقدس کو صحت مند حالت میں پھر اپنے مرکز قادیان میں فاتحانہ طریقہ سے داخل ہوتے ہوئے دیکھ سکیں۔ آمین ثم آمین۔

صبر بھی ایک عبادت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے" (البدر دسمبر ۱۹۰۲ء)

مسیح علیہ السّلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے

ایک مشہور برطانوی ڈاکٹر کی جدید تحقیق اور اس کا ردّ عمل

پچھلے دنوں برطانیہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ہُوا جس نے ملک بھر کے مذہبی حلقوں میں ایک تہلکہ سا مچا دیا۔ یہ واقعہ اور اس کے ردّ عمل کے طور پر ظاہر ہونے والا ہنگامہ اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور سلسلہ احمدیہ کی حقانیت کے ایک زبردست ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہُوا یوں کہ وہاں کے ایک نامی گرامی طبی ماہر نے امراض غشی کے تعلق میں اپنے وسیع تجربہ اور جدید تحقیق کی بناء پر اس حتمی اور یقینی رائے کا اظہار کیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ ان پر اس وقت محض غشی کی حالت طاری ہو گئی تھی جو موت کے مشابہ تھی۔ فی الاصل وہ زندہ ہی تھے اور زندہ حالت میں ہی صلیب پر سے اتارے گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اس رائے اور نظریہ کو صرف اپنے اور اپنے احباب تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس پر مشتمل ایک مضمون بھی وہاں کے مشہور اخبار "سنڈے ٹائمز" میں شائع کرا دیا۔ مضمون کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے مذہبی حلقوں میں ایک شور پڑ گیا۔ اس کی تردید اور تائید میں مضامین اور بیانات شائع ہونے شروع ہو گئے۔

اس ہنگامہ کی صدائے بازگشت شمالی امریکہ بھی پہنچی۔ چنانچہ اس تہلکہ انگیز مضمون اور اس کے شدید ردّ عمل پر کینیڈا کے اخبار "ٹورانٹو ڈیلی سٹار" (TORONTO DAILY STAR) میں ایلن سپرگیٹ (ALLEN SPRAGGETT) نامی کالم نویس کا ایک تفصیلی نوٹ شائع ہوا جس میں انہوں نے اس برطانوی ڈاکٹر کے نظریہ پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اس امر کا بھی ذکر کیا کہ ابتدائی زمانہ کا ایک مسیحی فرقہ بھی اسی نظریہ کا حامل تھا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ پھر

انھوں نے یہ بھی لکھا کہ یہ نظریہ اسلام کے بھی عین مطابق ہے کیونکہ قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلیب پر مسیح علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ان کی حالت اس وقت ایک وفات یافتہ انسان کی سی ہو گئی تھی۔ ایلین سپرنگیٹ کا یہ نوٹ بہت دلچسپ اور خاص اہمیت کا حامل ہے ہم اس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

"کیا فی الواقعہ صلیب پر مسیح کی موت واقع ہو گئی تھی؟ اس سوال کے جواب میں ایک برطانوی ڈاکٹر نے اپنا یہ نظریہ شائع کر کے کہ —— مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا اس لئے وہ مر کر جی نہیں اٹھا —— برطانیہ میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔

اس مسئلہ پر سینٹ تھامس ہسپتال لندن میں امراض غشی کے خصوصی ماہر ڈاکٹر جے۔ جی۔ بوزن (DR. J. G. BOURN) نے حال ہی میں وہاں کے اخبار "سنڈے ٹائمز" میں اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ ڈاکٹر بوزن ایک راسخ العقیدہ عیسائی کے طور پر مشہور ہیں۔ انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ صلیب پر لٹکنے کے دوران مسیح پر ایک قسم کی غشی طاری ہو گئی تھی اور جب اسے قبر میں رکھا گیا تھا تو وہ مردہ نہیں تھا۔

انہوں نے اپنے اس نظریہ کی بنیاد غشی کے بعض مریضوں کے گہرے معائنہ اور تجربہ پر رکھی ہے۔ ان مریضوں پر بعض دواؤں کے ذریعہ بیہوشی طاری کی گئی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض مریضوں کو سیدھا کھڑا کر کے بیہوش کیا گیا۔ ان میں سے بعض غشی اور سکتہ کی حالت میں نصف گھنٹہ رہے۔ بعض کی یہ حالت کئی گھنٹے اور بعض کی ایک یا دو دن تک جاری رہی۔ اور ایک مریض تو اس حالت میں مسلسل دو ہفتہ رہا تب کہیں جا کر اسے ہوش آیا۔

مسیح کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر بوزن نے لکھا ہے —— ہو سکتا ہے کہ مسیح کی صلیبی موت پر اعتراض کو بے دینی سے تعبیر کیا جائے۔ لیکن ایسی وجوہ موجود ہیں جن کی بنا پر یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت صلیب پر لٹکی ہوئی حالت میں مسیح پر غشی طاری ہو گئی تھی اور یقین یہ کر لیا گیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔ بعد ازاں ان کی غشی کی وہ حالت دور ہو گئی اور وہ باقاعدہ ہوش میں آ گئے۔

ڈاکٹر لورن نے اپنے اس نظریہ کو پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اپنے اس نظریہ سے میں عیسائیت کو تباہ کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ میرا احساس یہ ہے کہ میرے نظریہ کے نتیجہ میں ان لوگوں کے لئے عیسائیت میں زیادہ کشش پیدا ہو جائے گی جو مسیح کے مرکر جی اٹھنے کی غیر فطری توجیہہ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں؛

فی الحقیقت غشی سے متعلق ڈاکٹر لورن کا یہ نظریہ نیا نہیں ہے بلکہ اس پر قدامت کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ ابتدائی زمانہ کے مسیحی کلیسیا میں "ڈوسیٹسٹس" نامی ایک فرقہ تھا۔ جو یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ مسیح صلیب پر مرا نہیں بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مر گیا ہے۔ یہی نظریہ باضابطہ اسلامی عقیدہ کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں لکھا ہے "یہودیوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دی وہ ان کے لئے ایک ایسے شخص کے مشابہ ہو گیا کہ جسے صلیب دے دی گئی ہو"

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا ایک فرقہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آیا اور وہاں چالیس سال تک رہا۔ یہاں تک کہ اس نے وہیں وفات پائی۔ اس کا مقبرہ جو کشمیر کے شہر سری نگر میں بیان کیا جاتا ہے ایک خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

("ٹورانٹو ڈیلی سٹار" ۱۰ اپریل ۱۹۶۵ء ص ۶۳)

آگے چل کر ایلن سپرگیٹ نے اس شدید ردّعمل کا ذکر کیا ہے جو ڈاکٹر لورن کے نظریہ کی اشاعت پر برطانیہ میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ اس نظریہ کے خلاف اور اس کے حق میں انہوں نے متعدد پادریوں کے بیانات درج کئے ہیں۔ ان میں سے ڈونلڈ گلیز نامی پادری کا بیان بہت دلچسپ ہے انہوں نے صاف کہا ہے کہ عیسائیت میں مسیح کی صلیبی موت کو بنیادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ ایک شخص اس کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے چنانچہ ان کے اس بیان کا ذکر کرتے ہوئے ایلن سپرگیٹ اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں:۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص عیسائی رہتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھے کہ صلیب پر مسیح مرا نہیں تھا بلکہ اس پر صرف بے ہوشی طاری ہوئی تھی؟ ——— اس سوال کے جواب میں بلور سٹریٹ یونائیٹڈ چرچ کے نائب پادری ریورنڈ ڈونلڈ گلیز

(DR. DONALD GILLIES, ASSISTANT MINISTER, BLOOR STREET UNITED CHURCH)

نے کہا ہے۔ "یقیناً یہ ممکن ہے۔ کیونکہ ایک عیسائی کا عیسائی رہنے کے لئے مسیح کی صلیبی موت کی مخصوص نوعیت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ مسیح کی صلیب تو صرف اس امر کی ایک علامت ہے کہ انسان اپنی موت تک تسلیم و رضا اور اطاعت کا نمونہ پیش کرتا چلا جائے" (ایضاً)

کیا ڈاکٹر لوڈن کی تحقیق اور ان کا پیش کردہ نظریہ حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ کی صداقت اور آپ کے ہاتھوں انجام پانے والے کسرِ صلیب کے مہتم بالشان کارنامہ کا ایک درخشندہ ثبوت نہیں ہے آپ نے آج سے قریباً پون صدی قبل اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان کیا تھا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ بیہوشی کی حالت میں صلیب سے اتارے گئے اور پھر وہ ہجرت کر کے بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور انہوں نے یہیں طبعی موت سے وفات پائی۔ چنانچہ سری نگر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر آج تک موجود ہے۔ آپ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ آج مسیحی دنیا مسیح کی صلیبی موت کے عقیدہ کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے لیکن وہ وقت آتا ہے کہ جب وہ اس سے بیزار ہو کر اسلام کی طرف کھنچی چلی آئے گی۔ آپ نے فرمایا:-

"قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہو گا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

ڈاکٹر لوڈن کی جدید تحقیق اور اس کی تائید میں خود عیسائی پادریوں کے بیانات اس امر پر گواہ ہیں کہ کسرِ صلیب کے نئے نئے شواہد منظر عام پر آنے سے یہ آسمانی بشارت آج بڑی شان سے پوری ہو رہی ہے اور بالآخر وہ دن بھی آئے گا جب عیسائی اقوام مسیح کی صلیبی موت اور مرکر جی اٹھنے کے باطل عقائد سے یکسر دستکش ہو کر اسلام کی آغوش میں آئے بغیر نہ رہیں گی۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ط

○

بیرونی ممالک کے بعض نومسلم احباب

اور ان کا قابلِ رشک اخلاص

(مکرم جناب نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشرق وسطیٰ، یورپ اور مغربی افریقہ کے متعدد ملکوں میں قیام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں نائیجیریا جاتے ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی کے نتیجہ میں مجھے کوئی چھ ماہ تک فلسطین رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اسی طرح ۱۹۵۰ء میں تقریباً چھ ماہ تک مجھے انگلینڈ میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اور مغربی افریقہ میں تو سالہا سال تک تبلیغی میدان میں کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میں ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اسلام قبول کرنے والے نومسلم ایمان و اخلاص میں دوسرے مسلمانوں سے نہ صرف یہ کہ کم نہیں ہیں بلکہ بہت سے مسلمانوں سے اس لحاظ سے آگے ہیں اور ان کے لئے ایک نمونہ ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا:۔

یَدْعُوْنَ لَكَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ۔ (تذکرہ ص۱۳)

میں نے دیکھا ہے کہ فلسطین میں جن مسلمانوں کو حضرت اقدس کے الہام "مسلماں را مسلماں باز کردند" کے مطابق حقیقی اور زندہ اسلام کو قبول کرنے کی توفیق ملی ہے ان کی زندگیاں ہی بدل گئی ہیں۔ وہی عرب کے حقیقی صلحاء ہیں۔ اسلام سے اب ان کو والہانہ محبت ہے۔ اور ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ جس دلی محبت کا میں نے ان لوگوں میں مشاہدہ کیا تھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مجھ

سے اور میرے مبلغ ساتھیوں سے بھی وہ بے اندازہ محبت کرتے تھے اور اس ساری محبت کی تہ میں ان کی اسلام اور اسلام کی تبلیغ سے محبت کارفرما تھی۔

انگلستان کے ایک پرانے احمدی ہیں ان کا نام بلال نٹل (Balal Nuttal) ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے کہ وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں کہ جس نے سینکڑوں سال تک دوسری قوموں کو محکوم بنائے رکھا ہے۔ اور حبشیوں کو تو وہ انسان حال ہی میں سمجھنے لگے ہیں۔ اس سے پہلے تو وہ انہیں Subhuman یعنی انسان سے کمتر سمجھتے تھے۔ اور بار بار ان کے خون کا معائنہ کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ حبشی قوم بنی نوع انسان سے کچھ کم درجے کی مخلوق ہے۔ بلال نٹل جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے سارے تکلفات کو برطرف کرتے ہوئے اپنے لئے جو اسلامی نام انتخاب کیا وہ ایک حبشی کا نام تھا یعنی بلالؓ۔ سبحان اللہ اسلام میں کتنا روحانی گہراپن پایا جاتا ہے۔ اور یہ کس سرعت کے ساتھ دلوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔ نٹل صاحب نے اس بات کو قابل فخر جانا کہ ان کا عیسائی نام ہٹا کر انہیں ایک حبشی نام دے دیا جائے کیونکہ وہ حبشی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد پیارے تھے۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر نٹل صاحب کو ایک خاص شوق پیدا ہوا۔ جس بات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلامی دنیا میں نام پیدا کیا یعنی مؤذن ہونے کی حیثیت سے۔ وہی کام وہ بھی (یعنی نٹل صاحب بھی) کرنا ایک سعادت عظمیٰ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ ان سے ملئے۔ آپ کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی کہ ان کو اذان دینے کا از حد شوق ہے۔ یا پھر وہ طرز انگلستانی میں سورۃ فاتحہ آپ کو سنانے کے شوق کا اظہار کریں گے۔

اس وقت دنیا کے سب سے الجھے ہوئے مسائل میں سے ایک مسئلہ رنگ و نسل کا ہے۔ اس کے متعلق حکومتوں کے قانون بے کار ثابت ہو رہے ہیں۔ لیکن اسلام میں آکر یہ مسئلہ جڑھ سے اکھڑ جاتا ہے۔ جب میں نے ایک دفعہ نائیجیریا کی احمدیہ جماعت کے سالانہ جلسہ پر بلال نٹل صاحب کا ذکر کیا۔ اور اسلام سے ان کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نام پر بھی روشنی ڈالی۔ تو نائیجیرین دوستوں نے خوشی کے نعروں سے فضا میں ایک دلکش ارتعاش پیدا کر دیا۔ اسلام کی تعلیم کا موازنہ اور خصوصاً وہ نمونہ جو اس وقت دنیا کے ایک بہت بڑے مسئلہ کو حل کرنے کا باعث بن سکتا ہے بلال نٹل کی زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے۔

عبدالرشید فاگل (Vogel) سوئٹزرلینڈ کے ایک احمدی مسلمان ہیں۔ انہوں نے نائیجیریا کے قیام کے دوران اسلام قبول کیا تھا۔ ہوا یوں کہ انہوں نے ایک دفعہ ایک لوکل اخبار میں ہماری طرف سے اسلامی کتب کا اشتہار پڑھا۔ یہ اشتہار پڑھتے ہی انہوں نے وہ ساری کی ساری کتب منگوا لیں۔ اور ان کتب کا کسی حد

تک مطالعہ کرنے کے بعد مجھے لکھا کہ میں اسلام کے متعلق چند ایک استفسارات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ جواب دینے کے لئے تیار ہوں تو میں آپ کو وہ استفسارات لکھ بھیجوں۔ چنانچہ میں نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا اور انہیں لکھا کہ وہ ضرور سوال پوچھیں۔ اس سلسلہ میں ابھی .... ہم نے ایک دو خطوط ہی ایک دوسرے کو لکھے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت کرلی۔ بیعت کرنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے مجھے لکھا کہ وہ لیگوس آکر (وہ اس وقت کانو میں تھے جو لیگوس سے چھ سات سو میل کے فاصلہ پر ہے) میرے ساتھ زبانی گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں پر ڈھالنے کے لئے وہ ہماری اور ہماری جماعت کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں بھلا اس سے بڑھ کر اور کس بات سے خوشی ہوسکتی تھی۔ چنانچہ چند ہی روز کے بعد وہ لیگوس تشریف لے آئے۔ میں نے سوچا کہ آخر یہ یوروپین ہیں ان کا کسی اچھے سے ہوٹل میں انتظام کرنا چاہیئے چنانچہ ہوائی اڈے سے میں انہیں ہوٹل میں لے گیا۔ وہاں پہنچتے ہی کہنے لگے یہ مشن ہاؤس تو نہیں معلوم ہوتا۔ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ ہفتہ عشرہ آپ کے پاس رہوں اور دن رات آپ سے علمی اور عملی فائدہ اٹھاؤں اور جماعت کو قریب سے دیکھوں۔ چنانچہ ہوٹل میں ٹھہرنے کی بجائے پھر وہ مشن ہاؤس میں ہی ٹھہرے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ نائیجیریا سے ... سوئٹزرلینڈ واپس تشریف لے گئے۔ اس سارے عرصہ میں اسلام سے ان کی دلچسپی بڑھتی رہی۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ سے انہوں نے مجھے لکھا کہ ان کی دلی خواہش ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے زندگی وقف کردیں اور یہ بھی کہا کہ ان کی اہلیہ صاحبہ کے لئے بھی دعا کی جائے کہ وہ ان کے وقف کی مخالفت نہ کریں۔

بہن ناصرہ زمرمن (Naaira Zimmermann) ہالینڈ کی رہنے والی ہیں، قرآن کریم کا ڈچ زبان میں ترجمہ کررہی تھیں کہ اسلام کی طرف ان کو رغبت پیدا ہوئی اور جوں جوں ترجمہ کرتی گئیں اور اس پر غور کرتی گئیں۔ یہ اسلام سے قریب سے قریب تر آتی گئیں۔ حتیٰ کہ ابھی غالباً ترجمہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔ ان کے بعض مضامین اور انگریزی میں اسلامی موضوعات پر نظمیں پڑھنے کا موقعہ تو پہلے بھی مل چکا تھا۔ لیکن ان سے ذاتی تعارف اس وقت ہوا جب ناصرہ صاحبہ نائیجیریا کی آزادی کے موقعہ پر جشن آزادی میں شرکت کے لئے حکومت کی طرف سے نائیجیریا بلائی گئیں۔ نائیجیریا میں دو چار روز قیام کے دوران انہوں نے اخباری نمائندوں کو اپنے مسلمان ہونے اور اسلام ہی کے بہترین مذہب ہونے کے بارے میں انٹرویو دیئے نیز ٹیلی ویژن پر ایک طویل پروگرام کے ذریعہ آپ نے اسلام کی خوبیوں کو اجاگر کیا۔

یہ چند روزہ قیام ان کی زندگی کا ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ کیونکہ اس قیام کے دوران انہوں نے محسوس

کیا کہ افریقہ میں تبلیغ اسلام کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ہالینڈ واپس جا کر انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ انہیں پھر نائیجیریا جانے کا موقعہ مل جائے تاکہ وہاں پر وہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ اگرچہ بعض بدلتے ہوئے حالات کے باعث وہ جلد تر نائیجیریا نہ آ سکیں۔ لیکن بالآخر وہ اس ارادہ میں کامیاب ہو گئیں اور نائیجیریا آ کر انہوں نے مشن کی زیر ہدایت تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ نائیجیریا سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ٹروتھ" پڑھنے والے جانتے ہیں کہ انہوں نے قلمی خدمت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ کچھ عرصہ کے بعد بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے انہیں نائیجیریا چھوڑنا پڑا چنانچہ وہاں سے وہ سوڈان چلی گئیں اور وہاں جا کر وہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے لگیں۔

اب آپ ان سارے حالات پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ ایک یورپین عورت جس کا عام حالات میں مقصود زندگی سوائے عیش و عشرت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کس طرح اسلام کے زیر اثر یورپین ماحول کو ترک کر کے افریقی ماحول میں زندگی بسر کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اور افریقہ میں اپنے وقت کو تبلیغ اسلام ہی کے لئے صرف کرتی ہے۔ اسلام کے ذریعہ پیدا ہونے والی یہ تبدیلی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے ذریعہ جو نو مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔ ان کا اخلاص کسی دوسرے مسلمان سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتا۔

یورپین نو مسلموں کا ذکر کرتے ہوئے غالباً سب سے پہلے مجھے بشیر آرچرڈ کا ذکر کرنا چاہیئے تھا وہ ایک لمبے عرصہ سے وکالت تبشیر کے ماتحت تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ قلمی خدمات بھی ان کی نمایاں ہیں۔ ان کے بھائی عیسائی پادری ہیں خود وہ فوج میں ملازم تھے۔ جب اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی قادیان تشریف لے گئے اور وہاں سے واپسی پر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

میں نے ان کا ذکر سب سے پہلے اس لئے نہیں کیا (اور یہاں بھی نہایت اختصار سے کیا ہے) کیونکہ وہ ہماری جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی سے زیادہ متعارف ہیں۔ جن حالات میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اور پھر اس کے معاً بعد جس اخلاص کا نمونہ انہوں نے دکھایا وہ ہمارے اخبارات میں متعدد بار مختلف رنگوں میں شائع ہوتا رہا ہے۔ مجھے ان سے ذاتی تعارف اس وقت حاصل ہوا۔ جب میں دو چار روز کے لئے ان کے پاس رکاٹ لینڈ گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ وہ اسلامی طریق زندگی کو اس قدر اپنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ عام یورپین تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس وقت جو ان کی انگریز بیوی تھی وہ ان سے اکثر نالاں رہتی تھی اور میرے پاس بھی اس نے اپنے خاوند کی حد سے زیادہ اسلامی زندگی کی شکایت کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے اخلاص کی تو یہ حالت ہے کہ وہ اکثر پاکستانی مبلغین کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں جو سفید پرندے پکڑے تھے۔

وہ کس شان سے ابراہیمی طیور ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں برکت ڈالے اور انہیں مزید روحوں کو آستانہ الوہیت پر سربسجود کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مغربی افریقہ میں جو دوست سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے اخلاص کی یہ حالت ہے کہ ان پر رشک آتا ہے۔ میں نے غانا میں احمدیہ جماعت کے سالانہ جلسہ میں متعدد بار شرکت کی ہے۔ اس جلسہ کے موقعہ پر ایک نظارہ خاص طور پر دیکھنے والا ہوتا ہے اور وہ ہے قربانی کا نظارہ۔ جب یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ دوست تبلیغ اسلام کے لئے مالی قربانیاں پیش کریں تو مختلف علاقوں کی جماعتیں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ان کے لوکل مبلغ اپنے علاقہ کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور ان سے اکٹھا کیا ہوا روپیہ میز پر لاکر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد انفرادی طور پر قربانی کا وقت آتا ہے۔ تو مرد عورتیں اور بچے سب کے سب صدر صاحب کی میز کی طرف والہانہ طور پر لپکتے ہیں۔ اور پونڈ شلنگ اور پنس جو کچھ بھی وہ دے سکتے ہیں دیتے ہیں۔ یہ نظارہ نہایت ہی ایمان افروز ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ دور دور سے کافی روپیہ خرچ کرکے جلسہ میں شمولیت کے لئے آتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تبلیغ اسلام کا جذبہ انہیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ مزید قربانیاں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے اس ایمانی مظاہرہ کو ازدیاد اخلاص کا باعث بنائے آمین۔

آج سے دس سال قبل جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے تھے تو نائیجیریا کی جماعت نے فیصلہ کیا تھا کہ انہیں اپنا ایک نمائندہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کے لئے یورپ بھیجنا چاہیئے۔ چنانچہ اس کام کے لئے وہاں کے ایک نہایت مخلص دوست مسٹر اے۔ جی کوکو (Mr. A. G. Kuku) کا انتخاب ہوا اور وہ حضرت اقدس کی عیادت کے لئے یورپ تشریف لے گئے حضرت اقدس کی موجودگی میں جو اخلاص کا نمونہ مسٹر کوکو نے دکھایا۔ اس سے حضور اتنے متاثر تھے کہ واپسی پر حضور نے اپنے خطبات میں ان کا ذکر فرمایا اور اس بات پر نہایت خوشی کا اظہار فرمایا کہ مغربی افریقہ میں ایسے مخلص اور اسلام کے فدائی موجود ہیں۔

سیرالیون کے ایک دوست چیف کمانڈا (Chief Kamanda) جب تک سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوئے تھے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ نہ صرف یہ کہ وہ سلسلہ کا ذکر تک سننا پسند نہ کرتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ ایک نہر کے کنارے کھڑے ہو کر انہوں نے ہمارے ایک مبلغ سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ:

"اگر اس نہر کا پانی الٹا بہنا شروع ہو جائے (جو کہ ناممکنات میں سے ہے) تب بھی میں سلسلہ احمدیہ میں ہرگز داخل نہ ہوں گا۔"

لیکن جب وہ سلسلہ میں داخل ہو گئے تو اسلام سے ان کے اخلاص کی یہ حالت ہو گئی کہ ایک دفعہ جب وہاں کے عیسائی مطبع نے ہمارا اخبار چھاپنے سے انکار کر دیا تو چیف کمانڈا صاحب نے نہایت غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عیسائی پریس میں اپنا اخبار چھپوانا ہی نہیں چاہیئے۔ ہمیں اپنا پریس لگوا لینا چاہیئے تا کہ ہم اپنا اخبار بھی حسب منشاء چھاپ سکیں۔ اور اسلام کی تبلیغ کے لئے دوسرا لٹریچر بھی تیار کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک ہزار پونڈ بلا تاخیر مشن کو چندہ کے طور پر دیا کہ اس کام میں التوا مناسب نہیں۔ ان کی اس حالت کا اس پہلی حالت سے مقابلہ کر کے دیکھئے کہ کہاں وہ کہتے تھے کہ اگر نہر کا پانی الٹا بہنا شروع ہو جائے تو پھر بھی وہ سلسلہ میں داخل نہ ہونگے اور کہاں یہ کہ سلسلہ میں داخل ہوئے تو اسلام کی خدمت کے لئے ہر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے ان کے دل میں غیر معمولی غیرت پیدا کر دی :

حقیقت یہ ہے کہ مخلصین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اور ان سے تعلق رکھنے والے واقعات نہایت ایمان افزا ہیں لیکن اس مختصر سے مضمون میں میں انہی چند ایک مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو پھر کسی وقت بعض مزید مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

میں یہاں اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں چاہے کتنی ہی لمبی فہرست پیش کر دوں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ تمام کے تمام مخلصین کے نام اس فہرست میں آ گئے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاص کا دل سے تعلق ہے اور کئی کام ایسے ہوتے ہیں جو انسان کے انتہائی اخلاص پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کا اکثر حصہ نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور چونکہ ان واقعات کی حقیقی اہمیت تک انسانی نگاہ پہنچنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا تذکرہ رقم ہونے سے رہ جاتا ہے :

ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں اور پھر اخلاص میں قابل رشک ترقی کرنے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ ہے۔ بعض تو اس تذکرے میں شامل ہو جائیں گے۔ اور بعض رہ جائیں گے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے اخلاص کو درجہ قبولیت سے نوازے آمین :

تازہ نور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جب تک تازہ نور انسان کو آسمان پر سے نہ ملے اور خدا تعالیٰ کا مشاہدہ نہ ہو جاوے تب ایمان پورا نہیں ہوتا" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۶)

سادہ زندگی کے سات اہم تقاضے!

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد اصلاح و ارشاد مجلس مرکزیہ)

قبل ازیں قارئین انصاراللہ کو تحریک جدید کے ایک بنیادی مطالبہ یعنی سادہ زندگی کی تعریف کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے آگاہ کیا جا چکا ہے سادہ زندگی کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے چند ایک چیزوں کے نام گنوائے ہیں جن میں اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ ہیں کھانا، لباس، زیورات، شادی بیاہ، سینما اور دیگر تماشے، علاج اور آرائش و زیبائش۔

یہ وہ سات عنوانات ہیں جو سادہ زندگی کے ذیل میں ہماری خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ ان پر اکثر ہمارے ہاں بے تحاشا خرچ کر دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وقتی طور پر تو واہ وا ضرور ہو جاتی ہے لیکن اس سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع مقاصد فوت ہو جاتے ہیں سینکڑوں گھرانے محض اسی قسم کی بے راہ روی سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور قوم میں رفتہ رفتہ قوت مدافعت جو مشکلات پر قابو پانے کے لئے از بس ضروری ہے ختم ہو جاتی ہے اصلاح احوال کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر عنوان پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر عنوان کے تحت حضور ایدہ اللہ کے ارشادات میں سے منتخب اقتباسات ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں:۔

(۱) کھانے میں سادگی۔

فرمایا:۔

"سب کو ایک ہی کھانے کا حکم ہے۔ تا امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہ رہے۔ اگر دوست اس پر پوری طرح عمل کریں تو امیر کو اپنے غریب بھائی کی دعوت پر کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی اور اس طرح دعوتوں میں زیادہ دوستوں کو بلانے کا موقع مل سکے گا۔"

اس تجویز کو عملی جامہ پہناتے ہوئے جو مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں ان کے ازالہ کے لئے حضور ایدہ اللہ نے

عند الضرورت پھلوں اور سویٹ ڈش کو ایک کھانے کا حصہ قرار دیا ہے اور شادی بیاہ اور جمعہ اور مختصر قیام کے مہمان کے لئے ایک کھانے کی پابندی رفع فرمادی کیونکہ اس کی اصل غرض اور روزمرہ کی زندگی میں امیر غریب کا امتیاز رفع کرنا ہے۔

۲ لباس میں سادگی

فرمایا:۔

"شہری لوگ لباس میں بڑی غلطی کرتے ہیں اور اگر غلطی نہ ہو تو بھی ضرورت سے زیادہ لباس پر خرچ کرتے ہیں، حالانکہ لباس کی غرض یہ ہے کہ عریانی نہ ہو اور زینت ہو لیکن عام طور پر لباس کے معنے زینت سے نکل کر فخر اور فیشن کی طرف چلے گئے ہیں۔ بہت سے لوگ دکھانے کے لئے کپڑے بناتے ہیں"۔

مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"ہر نئے فیشن کو دیکھ کر عورتیں ریجھ جاتی ہیں اور نیا فیتہ خرید کر پہلے فیتہ کی جگہ لگا لیتی ہیں۔ اور میرا تجربہ ہے کہ کپڑوں پر اتنی قیمت نہیں لگتی جتنی کہ ایک فیشن پرست عورت کے فیتوں پر کیونکہ فیتے بدلے جاتے ہیں"۔

۳ زیورات میں سادگی

فرمایا:۔

"ہاں عورت کی اس کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ زیور پسند کرتی ہے اور جس کا قرآن کریم نے بھی ینشاء فی الحلیہ میں ذکر فرمایا ہے اسے تھوڑا سا زیور پہننے کی اجازت ہے اسی طرح ریشم اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے منع کیا ہے مگر عورتوں کا یہ حق تسلیم کیا ہے کہ وہ کچھ زیور پہن کر اور کچھ ریشمی لباس میں ملبوس ہو کر زیب و زینت کر سکتی ہیں۔ اس لئے میں نے یہ اجازت دی ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کچھ زیور بنوا لیا جائے لیکن اس کے بعد نئے زیور کے بنوانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی سوائے خاص حالات کے اور اجازت کے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ٹوٹے پھوٹے زیور کی مرمت کرا لی جائے"

۴ علاج میں سادگی

یہ شق دراصل طبیبوں سے تعلق رکھتی ہے جنہیں اس بات کا عہد کر لینا چاہیئے کہ مریضوں پر بے جا بوجھ نہیں ڈالیں گے اور کم قیمت ادویہ کے استعمال کا مشورہ دیں گے سو اس بارہ میں

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا :۔

" علاج کا خرچ بھی اتنا بارگراں ہے کہ یہ بھی ایک تماشا بنا ہوا ہے لیکن اگر ڈاکٹر یہ عہد کر لیں کہ وہ اپنے دماغ پر زور دے کر ایسے نسخے لکھیں گے جو سستے داموں میں تیار ہو سکیں اور قیمتی پیٹنٹ ادویہ استعمال کرا کے نئی نئی دوائیوں کے تجربوں پر ملک کا روپیہ ضائع نہیں کرائیں گے تو یہ بار بہت ہلکا ہو سکتا ہے "

⑤ سینما اور تماشے

فرمایا :۔

" ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت سمجھتا ہے اس کے لئے سینما یا کوئی اور تماشا وغیرہ دیکھنا ناجائز ہے "

⑥ شادی بیاہ

اس عنوان کے تحت جہیز، مہر اور دعوت ولیمہ کے مسائل خاص طور پر معاشرہ میں تکلیف کا باعث بنے ہوئے ہیں سوال کے بارے میں حضور ایدہ اللہ کے الگ الگ ارشادات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جہیز کے متعلق فرمایا :۔

" چونکہ جذبات کا سوال ہے اس لئے میں یہ حد بندی تو نہیں کر سکتا کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں ہاں اتنا مد نظر رہے کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم کر دی جائیں جو شخص اپنی لڑکی کو زیادہ دینا چاہے وہ کچھ زیور اور نقدی کی صورت میں دے دے "

۲۔ مہر کے متعلق فرمایا :۔

" میں نے مہر کی تعین چھ ماہ سے ایک سال تک کی آمدنی کی ہے۔ یعنی مجھ سے اگر کوئی مہر کے متعلق مشورہ کرے تو میں یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اپنی چھ ماہ سے ایک سال تک کی آمد بطور مہر مقرر کر دو "

۳۔ ولیمہ کے متعلق فرمایا :۔

" رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑے سے بڑا ولیمہ اتنا ہوا ہو گا جتنے ہمارے ہاں چھوٹے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ولیمہ پر دس پندرہ دوستوں کو بلا لینا کافی ہوتا ہے جیسا کہ سنت ہے ایک بکرا ذبح کیا شوربا پکایا اور خاندان کے لوگوں میں بانٹ دیا "

⑦ آرائش وزیبائش

آرائش وزیبائش کے متعلق فرمایا:۔

"ساتواں مکانوں کی آرائش وزیبائش کا سوال ہے۔ اس کے متعلق عام حالات میں تبدیلی کے ساتھ اس میں خود بخود تبدیلی ہو سکتی ہے جب غذا اور لباس سادہ ہوگا تو اس میں بھی لوگ خود بخود کمی کرنے لگ جائیں گے۔ پس میں اس عام نصیحت کیساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو لوگ اس معاہدہ میں شامل ہوں وہ آرائش وزیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں۔"

ان تفاصیل سے ظاہر ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مطالبہ سادہ زندگی کے لئے "تحریک جدید کی ریڑھ کی ہڈی" کے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ کتنے حقیقت افروز ہیں۔ آج ہماری حکومت کو بھی یہ احساس ہوگیا ہے کہ پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی روک فضول خرچی ہے۔ چنانچہ حکومت نے نہایت منظم طریق پر اس کی اشاعت شروع کردی ہے تا عوام میں سادہ زندگی بسر کرنے کی رغبت پیدا ہو جائے۔ پس ہم احمدیوں پر دو اطراف سے یہ فرض عاید ہوتا ہے ایک خلیفہ وقت کی طرف سے اور دوسرے حکومت کی طرف سے کہ ہم اپنی زندگیوں کو سادگی کا مرقع بنالیں۔ تمام فضول خرچیوں سے ہاتھ کھینچ لیں۔ بیہودہ رسوم ورواج سے مونہہ موڑ لیں اور اسلام کو اکناف عالم میں پھیلانے اور اس کی معیشت کو بہتر بنانے کے لئے جس قربانی کی بھی ضرورت پڑے اس سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ واللہ الموافق والمستعان۔

راحت اور اطمینان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جب تک انسان خدا تعالےٰ ہی میں راحت اور اطمینان نہیں پاتا وہ نجات نہیں پاسکتا کیونکہ نجات اطمینان ہی کا ایک مترادف لفظ ہے" (ملفوظات جلد اوّل ص۱۱۱)

○ بچوں کا صفحہ

اِنسان کیا ہے ؟

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

انسان ایک حیوان ہے جس کو عقل دی گئی ہے ۔ نطق یعنے بولنے کی طاقت بخشی گئی ہے۔ علمی ترقی کرنے کا مادہ اس میں ہے ۔ صاحبِ اخلاق وجود ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ اس میں خدا شناسی یعنی خدا تعالےٰ اور اس کی صفات کو پہچاننے اور اپنے تئیں ان اخلاقِ الٰہی میں رنگ لینے کی قوت عنایت کی گئی ہے۔ فرشتوں میں یہ ترقی کرنے کا مادہ نہیں ہے ۔ نہ گناہ کرنے یا نافرمانی کرنے کا۔ انسان میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ اگر ترقی کرے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے، اگر تنزل کرے تو شیطان بن جاتا ہے۔ اِس لئے ترقی یافتہ انسان فرشتوں سے افضل ہے حیوانات میں بھی یہ انسانی صفات موجود نہیں ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ جو آدمی خدا کے رسولوں کی پیروی کرے، گناہ سے بچے، خدا شناسی حاصل کرے، اپنے اخلاق کو عمدہ بنائے، اور خدا کی راہ میں محنت کرے، اس کے لئے مرنے کے بعد **جنّت** یعنی ایک دائمی خوشی اور آرام کا گھر تیار کیا ہے۔ اور جو نافرمانی کرے، نبیوں کا کہنا نہ مانے، نیکی نہ کرے، خدا شناسی سے محروم رہے، اور بد اخلاق بن جائے اس کے لئے **دوزخ** یعنی ایک تکلیف کا مقام جہاں مرنے کے بعد اس کا علاج کیا جائے گا، تیار کیا ہے تاکہ وہ اپنے علاج کے بعد اچھا ہو کر پھر جنت میں داخل ہو جائے ۔

حیوانات کی روحیں نہ ازلی ہیں نہ ابدی انسان کی روح ازلی نہیں ہے مگر ابدی یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے ۔ خدا تعالےٰ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی۔ انسان روئے زمین پر خدا تعالیٰ کا خلیفہ یعنی جانشین ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے خدا نے اس لئے بنایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق اپنے اندر پیدا کرے اور زمین پر ان نیک عادات اور صفات کے

ساتھ حکومت کرے، نیکی کو پھیلائے اور بدی کو مٹائے
لیکن باوجود اِن سب باتوں کے انسان بڑا کمزور اور کم علم بھی ہے۔ اس وجہ سے ہر وقت اسے استغفار یعنی ایک ہمہ علم اور ہمہ قدرت ہستی کی حفاظت مدد اور چشم پوشی کی ضرورت ہے اور اس ہستی کو پہچاننے اور اس سے تعلق پیدا کرنے ہی کا دوسرا نام مذہب ہے۔

سب سے بڑا سہارا

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا　　　ترے در کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا　　　مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفّار وہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا　　　کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اُس کو سہارا　　　کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(دُرِّثمین)

اہم مرکزی اعلانات

مجلس انصار اللہ میں شمولیت کا وقت

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے منظور فرمودہ قاعدہ کے مطابق جو اصحاب دوران سال کسی تاریخ کو چالیس سال کی عمر تک پہنچ جائیں وہ آئندہ سال یکم جنوری کو مجلس انصار اللہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ زعماء مجالس انصار اللہ سے درخواست ہے کہ وہ ایسے اصحاب کو جو گزشتہ سال کے دوران ۴۰ سال کی عمر تک پہنچ چکے ہیں فوری طور پر مجلس انصار اللہ میں شامل کریں اور مرکز میں اس کی اطلاع دیں۔

(قائد تجنید مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماہانہ رپورٹ کارگزاری انصار اللہ

جملہ مجالس انصار اللہ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے تربیت و اصلاح اور دین اسلام کی مضبوطی کے لئے کم و بیش کوششیں ہوتی رہتی ہیں مگر کئی مجالس ایسی ہیں جو بروقت دفتر مرکزیہ میں اپنی مساعی کی اطلاع نہیں بھجواتیں جس کی وجہ سے مرکز ایسی مجالس کی کوششوں سے بے خبر رہ جاتا ہے۔ لہذا ایسی تمام مجالس سے درخواست ہے کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ کی دس تاریخ تک گزشتہ مہینہ کی رپورٹ مرکز میں بھجوا دیا کریں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ایثار اور اس کا اہم تقاضہ

ایثار سے مراد یہ ہے کہ اپنی ضرورتوں اور احتیاج کے مقابلہ میں دوسروں کی ضروریات کو مقدم جانا جائے دراصل بے لوث خدمت ہی نیک تغیر لانے میں ممد ثابت ہو سکتی ہے۔ ہماری بڑی ہی خوش بختی ہو گی کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے بے لوث خدمت اور للّٰہیت کا جذبہ ہم سب میں

پیدا فرمائے۔ لہٰذا اس نیک مقصد کے لئے سب سے دعا کی درخواست ہے۔ انصار اللہ کے ارا کین خصوصیت سے اس طرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(نائب قائد ایثار)

---

۲۱ اگست سے ۲۷ اگست تک ہفتہ منایا جائے

قیادت تربیت انصار اللہ کے پروگرام کے مطابق اس سال مورخہ ۲۱ اگست سے لے کر ۲۷ اگست تک (ہفتہ سے لے کر جمعہ تک) ہفتہ تربیت منایا جا رہا ہے تمام زعما صاحبان اپنی اپنی مجلس کے زیر اہتمام یہ ہفتہ منائیں گے ان ایام میں احباب جماعت کے سامنے مندرجہ ذیل مقررہ مضامین پر پوری تیاری سے تقاریر کی جائیں۔ (۱) نظام خلافت (۲) انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت (۳) بیویوں سے حسن سلوک۔ (۴) درود اور استغفار کی برکت (۵) قرض سے اجتناب (۶) عفت کی زندگی۔ (۷) چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کے ادب کی تلقین یعنی حدیث نبوی من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منّا۔ کی تشریح۔

انشاء اللہ العزیز مرکز سے ان عنوانوں پر مختصر نوٹ بھی مجالس کو بھجوائے جائیں گے (قائد تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

قیادت اصلاح وارشاد انصار اللہ مرکزیہ کا پروگرام

۱- قیادت اصلاح وارشاد کے پروگرام برائے ۱۹۶۵ء میں یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر مجلس انصار اللہ دوران سال ایک خاص اجلاس منعقد کرے۔ جس میں جماعت کے عقائد کے متعلق جو غلط فہمیاں عوام میں پائی جاتی ہیں ان کا ازالہ بذریعہ تقاریر کیا جائے اس کے لئے ایک پروگرام تیار کر کے جون ۱۹۶۵ء کی کسی تاریخ کو مقامی حالات کے مطابق مناسب وقت مقرر کر کے زعماء انصار اللہ اس اجلاس کے منعقد کرنے کا انتظام فرما دیں۔ اور جون کی رپورٹ بھجواتے ہوئے اس اجلاس کی تفصیلات سے اطلاع دیں۔ جزاکم اللہ

۲- ہر رکن مجلس انصار اللہ کے لئے قیادت اصلاح وارشاد کے پروگرام برائے سال ۱۹۶۵ء کی رو سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اوّل کم از کم ایک فرد کو خواہ وہ رشتہ داروں میں سے ہو یا غیر رشتہ داروں میں سے التزام کے ساتھ زیر ارشاد رکھے۔ دوم ہر رکن مجلس دوران سال کم از کم دس افراد تک سلسلہ کا شائع کردہ لٹریچر پہنچائے ـــــ زعماء سے درخواست ہے کہ وہ اپنی ماہوار رپورٹ میں قیادت اصلاح وارشاد کے اس پروگرام کے متعلق جو کوشش کی گئی ہو اس سے اطلاع دیں۔

(قائد اصلاح وارشاد انصار اللہ مرکزیہ)

اے لوگو! خدا سے ڈرو اور اس سے صلح کر لو

چاہئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ہو جائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

'' اے لوگو ! خدا سے ڈرو اور در حقیقت اس سے صلح کر لو اور سچ سچ صلاحیت کا جامہ پہن لو ۔ اور چاھیئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دور ھو جائے ۔ خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ھیں ۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ھیں ۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ھے ۔ وھی ھے جو ایک ھولناک سیلاب کو ایک دم میں خشک کر سکتا ھے ۔ وھی ھے جو مہلک بلاؤں کو ایک ھی ارادہ سے اپنے ھاتھ سے اٹھا کر دور پھینک دیتا ھے ۔ مگر اس کی یہ عجیب قدرتیں ان ھی پر کھلتی ھیں جو اس کے ھی ھو جاتے ھیں ۔ اور وھی یہ خوارق دیکھتے ھیں جو اس کے لئے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ھیں اور اس کے آستانہ پر گرتے ھیں اور اس قطرہ کی طرح جس سے موتی بنتا ھے صاف ھو جاتے ھیں اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ھیں ۔ تب وہ مصیبتوں میں ان کی خبر لیتا ھے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انہیں بچا لیتا ھے اور ذلت کے مقاموں سے انہیں محفوظ رکھتا ھے ۔ وہ ان کا متولی اور متعہد ھو جاتا ھے ۔ وہ ان مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا ان کی مدد کرتا ھے اور اس کی فوجیں ان کی حمایت کے لئے آتی ھیں ۔ کس قدر شکر کا مقام ھے کہ ھمارا خدا کریم اور قادر خدا ھے ۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑو گے ؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لئے اس کی حدود کو توڑو گے ؟ ھمارے لئے اس کی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ھے ،،

(ایام الصلح)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گول بازار ربوہ میں طبع ھوا